3

عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ

ہمارا اخلاقی زوال

بنیادی وجوہات اور یقینی حل

دنیا و آخرت کی فلاح کی ضامن تحریر

ابو عبداللہ

تحریر نمبر:3

ہمارا اخلاقی زوال

(بنیادی وجوہات اور یقینی حل)

(دنیا و آخرت کی فلاح کی ضامن تحریر)

ابو عبداللہ

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں)

نام کتاب: ہمارا اخلاقی زوال (بنیادی وجوہات اور یقینی حل)

تالیف: ابوعبداللہ

اشاعت اول: 2023، (رمضان المبارک:1444ھ)

ہمارا عزم

(۱)۔فرقہ واریت اور تعصب و تنگ نظری سے چھٹکارہ ، (۲)۔اخلاص و سچائی کی ترویج، (۳)۔ قرآن و سنت کے پختہ دلائل کو بنیاد بنانا،(۴)سلف کے فہم سے استفادہ کرنا،(۵)۔احتیاط اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھنا،(۶)۔اعتدال پر رہنا (۷)۔ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے:'حق اور سچ کو من وعن واضح کرنا''۔

نوٹ

(۱)۔دیانتداری سے کوشش تو پوری کی گئی ہے کہ سچائی کو واضح کیا جائے۔لیکن انسانی کاوش خطا سے پاک نہیں۔اسلئے اگر کہیں کوئی خطا ہوئی ہوگی تو وہ دانستہ نہیں، بلکہ سہواً ہی ہوئی ہوگی۔لہٰذا اگر کہیں کوئی کمی بیشی نظر آئے،کوئی بات قرآن وسنت سے عدم مطابقت پر نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔اگر واقعتاً ایسا ہی ہوا تو انشاءاللہ ہم فوراً رجوع کریں گے۔اللہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔(آمین)

(۲)۔خالق اور اسکی مخلوقات میں سے بہترین ہستیاں انبیاء علیہم السلام سے محبت اور ان کی عزت وتوقیر ایمان کی بنیادی شرط ہے۔مزید یہ کہ اہل تقویٰ صالحین کا ادب واحترام بھی ہم پر لازم ہے۔لہٰذا تصانیف میں ہم نے الفاظ کے چناؤ میں ہر ممکن ادب واحترام (Ethics) کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔لیکن سوشل میڈیا پر موجود مواد کو آسانی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا اس ضمن میں ہمارے اس مواد میں کوئی بے ادبی پر مبنی قابل اعتراض الفاظ نظر آئیں،تو وہ یقیناً کسی نے ہماری تحریر میں تحریف کی ہوگی۔لہٰذا اس صورت حال میں ہم سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔

☆ چونکہ اس مسودہ کی پروف ریڈنگ ابھی پوری طرح سے نہیں ہوسکی،لہٰذا الفاظی غلطیوں کیلئے پیشگی معذرت۔

تحریر کی بنیاد

قرآن حکیم کے ساتھ سنت رسول ﷺ (جسکی بنیاد: قرآن،حدیث ،آثار صحابہؓ اور تواتر ہے) بھی دین کی تکمیل کی لازمی اساس ہے۔اس احتیاط کے پیش نظر کہ کوئی من گھڑت بات نبی کریم ﷺ کی طرف غلط منسوب ہوکر دین کی بربادی کا باعث نہ بن جائے،حدیث کے حوالے سے صحتِ روایت کیلئے دو قسم کے سخت فلٹرز لگائے گئے ہیں:

(۱)۔جرح وتعدیل (اسماءالرجال) یعنی راویوں کے اعتبار اور عدم اعتبار کا فیصلہ۔

(۲)۔درایت یعنی عبارت یا متن کا درست ہونا۔درایت کا لغوی معنی معرفت، سمجھ بوجھ اور ادراک ہے۔یعنی روایت کا مضمون قرآن مجید،سنت متواترہ اور مسلمات عقل پر پورا اترتا ہو۔

اس تحریر کی بنیاد: اُصولِ روایت (یعنی حدیث) کے ضمن میں ،درایت ومتن کے متعلق سیدہ عائشہ ،سیدنا ابن عباس اور سیدنا عمر بن خطاب،سیدنا ابوایوب انصاری..... ، رضی اللہ عنہم کی رہنمائی کی بنیاد پر امام ابوحنیفہ (المتوفی:150ھ) کے درایت ومتن کو سختی سے ملحوظ رکھنے کے منفرد اُصولِ حدیث پر ہے۔جن پر امام جعفر صادق (المتوفیٰ:148ھ) بھی عمل پیرا تھے اور جنکی تائید:امام مالکؒ (المتوفیٰ:179ھ) نے بھی کی۔خیر القرون (جس میں دین کے اصل حالت میں رہنے کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی تھی) یعنی تبع تابعین کے بعد درایت ومتن کے ان اُصولوں کو کما حقہ روا نہ رکھنے کی وجہ سے فہم دین کے متعلق اُمت مسلمہ عمومی طور پر عالمگیر غلط فہمی کا شکار ہوچکی ہے۔جوامت مسلمہ کے بدترین اخلاقی وعملی زوال کا بنیادی سبب بنی اور جس سے ہماری دنیا وآخرت دونوں تاریک ہوئی ہیں۔اس تحریر میں ہمارے اخلاقی زوال کی حقیقی وجوہات اور اسکے یقینی تدارک پر ٹھوس رہنمائی دی گئی ہے،جس سے ہماری دنیا وآخرت بچ سکتی ہیں۔

روایت کے متعلق درایت ومتن کے مذکورہ اُصول ہماری تحریر ''قرآن مجید کی حاکمیت،تحریر نمبر۔۲'' میں تفصیل سے بیان کردیے گئے ہیں۔

انتساب!

قرن اول میں روایت کے ضمن میں درایت ومتن کے اُصولوں کو ملحوظ رکھنے والے عظیم اصحاب رسول: ''سیدہ عائشہ، سیدنا ابن عباس اور سیدنا عمر بن خطاب'' رضی اللہ عنہم

اور

دوسری صدی ہجری کے معروف مذہبی سکالر: ''امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ'' اور انکے اُصولوں کے موید دیگر عظیم فقہاء کرام: امام جعفر صادق، امام مالک بن انس، امام اوزاعی اور امام سفیان ثوری .....رحمہم اللہ کے نام ،جن کے اخلاص، استقامت اور وسعت نظری کی بدولت قرآن کی حاکمیت کے حقیقی تصور پر صدیاں بیت جانے کے باوجود بھی قائم رہنا ممکن ہوسکا۔

فہرست

☆ انتہائی قابل غور..6
☆ ہدایت پانے کی بنیادی شرائط..7
☆ ہمارا اخلاقی زوال...8
باب ا: زوال کی وجوہات..11
۔ دین کا غلط تصور..11
۔ دین کا حقیقی تصور اور تاریخی پس منظر..............................13
۔ بنیادی اُصول...14
باب ۲: قرآنی احکامات کے برعکس دین کا غلط تصور.......................19
۔ بخشش وشفاعت کا قرآنی ضابطہ.......................................19
۔ فرامین رسول ﷺ سے رہنمائی..37
۔ قتل وغارت...54
۔ ناحق قتل پر فرامین رسول ﷺ سے عبرت..............................58
۔ بخشش پر ایک بڑا مغالطہ...60
۔ کبائر پر مذکورہ غلط فہمی کی وجہ؟..................................68
۔ فیصلہ قرآن پر ہوگا..70
۔ مایوس نہیں ہونا...72
☆ اصولِ درایت کے تحت حدیث کے ضمن میں خدشات کا جائزہ............75
☆ جلدی کیجیے!...78
☆ حق کی کاوش میں بطور نمونہ چند علماء حضرات سے استفادہ کی لسٹ..........79
☆ حق کی کاوش میں بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ.........80
☆ ہماری اہم تحاریر...81
☆ ہماری دعوت..82

انتہائی قابلِ غور!

تعصب وتنگ نظری اورفرقہ واریت کی انتہائی خطرناک بیماری کی موجودگی میں حق بات کو جاننا اور ماننا انتہائی مشکل بلکہ پہاڑ سر کرنے سے بھی دشوار ہوتا ہے۔اس خطرناک مرض کی بنا پر مکار ابلیس کو بے شمار چالوں کے ذریعے انسان کو قابو کرنے کا موقع مل جاتا ہے جو انسان کے قبولیتِ حق کی راہ میں حائل ہو کر اسکی منزل کھوٹی کر دیتی ہیں۔ان حالات میں انسان سچائی کو جاننے اور ماننے کیلئے آمادہ ہی نہیں ہو پاتا بلکہ اپنے ذہن و مسلک کے خلاف حق بات سے آگاہی سے شدید ناگواری محسوس کرتا ہے اور سچائی کی طرف رہنمائی کرنے والوں کا دشمن بن جاتا ہے۔

لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں یہ تحریر ''امت مسلمہ کا اخلاقی زوال'' آپ کیلئے مفید ہو سکے، سچائی پر مبنی اس تحریر کے حقائق آپکی سمجھ میں آجائیں اور انہیں تسلیم کرنے کی توفیق آپ کو نصیب ہو جائے۔تو اس تحریر کے مطالعہ سے قبل ہماری مختصر تحریر ''**ھدایت**'' کا مطالعہ ضرور کرلیں تاکہ حق بات جاننے اور تسلیم کرنے کی راہ میں حائل مکار ابلیس کی چالیں آپ واضح ہو جائیں۔

ڈگری کی رکاوٹ

مذکورہ تحریر''ہدایت'' میں راہِ ہدایت میں حائل بے شمار رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ یعنی دین پر بات کرنے کیلئے کسی مدرسہ سے سند یافتہ ہونا ضروری ہے،اس پر چند ضروری باتیں سمجھ لیں:

تحصیل علم کیلئے باقاعدہ کورسز کی افادیت سے تو انکار نہیں۔تحصیل علم میں جتنا زیادہ وقت دیا جائے،اسی قدر علم میں اضافہ ہوگا۔لیکن مقصد،علم ہے نہ کہ ڈگری۔دین کا علم سیکھنے کیلئے ڈگری شرط نہیں۔ڈگری کے بغیر بھی مختلف ذرائع (قرآن وسنت،استاد،تقاریر وتحاریر،شروح) سے علم سیکھا جاسکتا ہے، جیسا کہ ہمارے اسلاف (ائمہ ومحدثینؒ) نے سیکھا۔اگر فرقہ واریت کی جگہ اسلام ترجیح ہو تو مدارس کی ڈگریاں مفید ثابت ہوں۔لیکن مدارس سے اپنے فرقے کے علاوہ باقیوں کی نفی کی ڈگری سے،کس خیر کی امید کی جاسکتی ہے؟ کس کی ڈگری مانیں گے اور کس کی نہیں؟ ہر کوئی اپنے فرقہ کی ڈگری کو عین حق ،جبکہ باقی سب کی ڈگریوں کی نفی ، بلکہ اپنے سوا باقیوں کو گمراہ قرار دیتا ہے۔حالانکہ سب صرف ونحو کی پیچیدگیوں سمیت قرآن،حدیث،فقہ،منطق...... سیکھ کر فارغ ہوتے ہیں۔

یادرکھیں! حقیقی علم صرف اسے ہی نصیب ہوگا، جو مخلص ہوگا۔جس کا مقصد نہ فرقے، نہ دولت، نہ عزت نہ شہرت ہوگی، بلکہ اللہ کی رضا اور اسلام مقصود ہوگا۔

ہدایت پانے کی بنیادی شرائط

ہدایت من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کن شرائط وضوابط اور اصولوں کی بنیاد پر کسی کے لئے ہدایت کی گرہ کھولنے یا نہ کھولنے کا فیصلہ کرتا ہے؟ اس ضمن میں دو بنیادی شرائط ہیں اور دو ثانوی:

بنیادی شرائط: (۱)۔اخلاص وسچائی، اور (۲)۔طلب وجستجو

ثانوی شرائط: (۱)۔تمسک بالقرآن، اور (۲)۔عقل ودانش کا استعمال

مذکورہ دو بنیادی شرائط پوری ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ خود ہی اگلی شرائط کی طرف انسان کو مائل کر دیتا ہے۔ جب تک یہ چار شرائط پوری نہ ہو جائیں، حقیقی ہدایت نصیب ہونے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

(۱)۔اخلاص وسچائی: شیطان نے ساری انسانیت کو اغوا کر لینے، اچک لینے اور ذریت آدم کی جڑ کاٹ دینے کا دعویٰ کیا ہے، سوائے مخلص لوگوں کے، دیکھئے: (سورہ ص: 82۔83)۔

اخلاص کا مطلب ہے کہ مقصد: (i)۔اللہ کی رضا کا حصول یا (ii)۔اخروی فلاح یعنی دوزخ کی آگ سے بچنا اور جنت کے حصول کے سوا کچھ اور نہ ہو۔ اور اخلاص نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقصد:

(i)۔مقام ومرتبہ اور عزت وشہرت ہو، (ii)۔دولت ودیگر دنیوی مفادات ہو، اور (iii)۔اسلام کی فکر کی بجائے اپنے گروہ، مسالک اور فرقوں کی آبیاری اور رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کی بجائے دیگر شخصیات کی پیروی کی فکر ہونا۔ اخلاص کی غیر موجودگی میں ''علم وکاوش'' فائدے کی بجائے، قرآن و سنت کی غلط تاویل وتحریف کے ذریعے مزید ہلاکت وگمراہی کا باعث بنتا ہے۔

(۲)۔طلب وجستجو: ہدایت صرف اسے ملے گی جو سچائی کیلئے فکرمند ہوگا۔ جس میں سچائی جاننے کی شدید پیاس اور تڑپ ہوگی۔ نہ کہ اسے جو مسلک پرستی اور اکابر پرستی کی زنجیروں میں جکڑا آنکھوں پر پٹی باندھی ہو۔

جیسے ہی یہ دو بنیادی شرائط پوری ہو جائیں گی، اس کے نتیجے اللہ تعالیٰ انسان کو اگلی شرائط پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب کردے گا۔ یعنی پروردگار انسان کو ہدایت کے اصل منبع یعنی قرآن حکیم کی طرف لے آئے گا جس کے بغیر اندھیروں سے نکل کر روشنی کو پانا ممکن نہیں۔ پھر پروردگار چوتھی شرط یعنی: جمود، تعصب، جہالت، بغیر سوچے سمجھے اندھا دھند پیروی اور جامد تقلید..... کی بجائے عقل ودانش کے نورِ بصیرت کی طرف لے آئے گا۔ یوں ان چار شرائط کی تکمیل پر خوش نصیب انسان گمراہی کی زَد سے بچ کر اللہ کے ہدایت والے قانون سے بہرہ مند ہو کر سعادت کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔ اگر خدانخواستہ فرقہ واریت کی بنا پر معاملہ اسکے برعکس ہوا، تو پھر ابلیس اپنے تمام ہتھیاروں (چھ بنیادی اور دیگر بہت سے ثانوی جالوں) کے ذریعے یوں اچک لے گا کہ ہمیں کان وکان خبر تک نہ ہو پائے گی۔ ان حقائق کو دلائل کی بنا پر تفصیل سے جاننے کیلئے دیکھئے ہماری تحریر ''ہدایت''۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على سيدالانبياء

و المرسلين و على آله وصحبه اجمعين اما بعد!

ہمارا اخلاقی زوال

فی زمانہ برصغیر پاک و ہند سمیت دیگر ممالک کے مسلمان الا ماشاء اللہ بدترین اخلاقی وعملی زوال کا شکار ہیں، جس کی بدولت انفرادی اور اجتماعی عدم استحکام، استحصال اور شدید معاشرتی بحران پیدا ہو چکا ہے۔ اور امن وسلامتی کے ساتھ زمین پر رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ایک ریڑھی بان سے لے کر اعلیٰ سطح تک، ملاوٹ، دھوکہ دہی، جھوٹ، رشوت، ناجائز سفارش..... کے ذریعے دوسروں کی حق تلفی سے، الا ماشاء اللہ کوئی بھی باز نہیں آتا۔ ہمارے عملی زوال کی نقشہ کشی کچھ یوں ہے:

- عبادات، اخلاقیات ومعاملات، معاشیات.... پر مشتمل پورے دین کو اپنانے کی بجائے، جزوی دین (عبادات یا اخلاقیات ومعاملات) پر مطمئن ہو جانا۔
- اسلام کی بجائے فرقوں کے احیاء کی غرض سے قرآن وسنت کی تحریف کرنا، مذہب کے ذریعے مال، جائیدادیں، گاڑیاں . . . . بنانا، مذہبی منافرت اور تعصب کی بنا پر جنگ و جدل، خونریزی، عبادت گاہوں میں بم دھماکے، املاک کی توڑ پھوڑ اور قانون شکنی کے ذریعے امن و سلامتی اور ملکی بقا کو خطرے میں ڈالنا۔ مساجد کی ٹوٹیاں، لائٹس، پنکھے تک نہ چھوڑنا۔ دین کی خدمت کے نام پر دوسرے فرقوں کی مساجد پر قبضہ.... حالانکہ کوئی چیز اگر کافر کی ملکیت ہو تو اسے بھی ہتھیانے کا حق نہیں۔
- ناپ تول میں کمی، ملاوٹ (حتیٰ کہ جان بچانے والی ادویات بھی دو نمبر، تین نمبر)، دھوکہ دہی،

جھوٹی قسموں کے ذریعے خرید وفروخت، ناجائز منافع، مزدور کو پوری اجرت نہ دینا، ذخیرہ اندوزی سے غریب عوام کا استحصال کرنا۔

۔عہدہ واختیارات کے غلط استعمال کے ذریعے ملک وقوم کی حق تلفی۔عائد شدہ ذمہ داری پوری نہ کرنا۔ڈیوٹی ٹھیک نہ کرنا۔وقت پورا نہ دینا۔دوسروں کو ان کا حق دینے کی بجائے ان کا حق چھیننا۔فائدہ لیتے ہوئے یہ نہ دیکھنا کہ یہ ہمارا حق ہے بھی یا نہیں۔سرکاری اشیاء کو ناحق ذاتی استعمال میں لانا........وغیرہ۔

۔دیگر ملی جلی اخلاقی خرابیاں جو عموماً نظر آتی ہیں:

دوسروں کا حق چھیننے کیلئے رشوت وسفارش۔وراثت ہتھیانہ، بالخصوص خواتین کو انکا حق نہ دینا۔بداخلاقی، ہمسائیوں سے ناروا سلوک۔اپنی باری کی بجائے لائن توڑ کر دوسروں کی حق تلفی کرنا۔لوگوں کو تکلیف دینا، انکی دل آزاری کرنا۔صفائی ستھرائی، ڈسپلن نظم وتنظیم کا خیال نہ رکھنا۔اپنا کوڑا کرکٹ دوسروں کے گھروں کے آگے پھینکنا۔لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا۔گھریلو ذمہ داریاں پوری نہ کرنا۔عہد وپیمان کی پاسداری نہ کرنا۔دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری ادا نہ کرنا۔شرم وحیاء کو ملحوظ نہ رکھنا، شادی بیاہ سمیت دیگر رسومات دین کے تابع نہ ہونا۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جوا، شراب نوشی، بدکاری، چوری، ڈاکوں کے ذریعے گاڑیاں، گھر، بینک.... لوٹنا اور قتل وغارت معمول بن چکا ہے۔

ملاوٹ اور دھوکہ دہی کا یہ عالم ہے کہ:

شہد میں شیرا، دودھ میں پانی، گھی میں کیمکل اور مرغیوں کی انتڑیاں، ہلدی میں مصنوعی رنگ، مرچوں میں اینٹوں کا بُورا، کالی مرچ میں گھوڑے کا دانا، جوس میں رنگ اور جعلی فلیورز، پتی میں چنے کے چھلکے، آٹے میں ریتی، چنے کے آٹے میں لکڑی کا بھوسہ، پھلوں کو میٹھے انجکشن، پٹرول میں گندا تیل، ٹافیوں میں زہر آلود مواد، گوشت کو پانی کے ٹیکے لگا کر وزن بڑھانا، گائے بھینس کو مضرِ صحت انجکشن لگا کر زیادہ دودھ کا حصول، ہوٹلوں میں گدھے، کتے اور

خنزیر کا گوشت، منرل واٹر میں نلکے کا پانی، جعلی صابن، جعلی شیمپو، جعلی ادویات....... لیکن دو نمبر مصنوعات ایک نمبر اصلی ٹیگ کے ساتھ۔اور ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ دوران آپریشن مریضوں کے گردے نکال لینا، ملازمت کیلئے میڈیکل ٹسٹ کے بہانے اندرونی جسمانی اعضا نکال لینا، دل میں جعلی اسٹنٹ، ناپ تول میں کمی، رشتوں میں دھوکہ، والدین کی نافرمانی، ٹھیکوں، ملازمت میں رشوت وسفارش، کاروبار میں ہیرا پھیری، امیری میں تکبر، غریبی میں ناشکری، علم پر غرور، عبادت میں ریا کاری...........!

یہ سارے کام کرنے والے کوئی یہودی یا نصرانی نہیں بلکہ کلمہ گو مسلمان ہیں۔جبکہ ہمارے ہی ملک میں بسنے والی عیسائیوں کا اخلاقی کردار ہم سے بہت بہتر ہے (جس کا میں خود کئی دفعہ مشاہدہ بھی کر چکا ہوں)۔افسوس کہ ان سب غلاظتوں میں ڈوب کر بھی ہم کہیں کہ ہم حقیقی مسلمان ہیں اور اس زعم میں مبتلا رہیں کہ ہم ہی جنت کے وارث ہیں...... باعث حیرت ہے۔!

بقولِ علامہ اقبالؒ:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

نوٹ: کفار بھی اپنے مقاصد کیلئے مسلمانوں کو ظلم کا نشانہ بنانے کے مواقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، لیکن انہوں نے پھر بھی اپنی بقا کیلئے اخلاقی قوانین کا اپنے لئے کافی حد تک التزام کرلیا ہے۔تاہم ان سے کیا شکوہ؟ گلہ تو مسلمانوں سے ہے جو اللہ و رسول ﷺ، آخرت اور قرآن پر ایمان رکھنے کے باوجود ذلت کی دلدل میں گرتے جارہے ہیں۔!

✡✡✡✡✡

باب ا

زوال کی وجوہات؟

مذکورہ صورت حال کا اصل محرک تو شیطان ہی ہے، جو درج ذیل کمزوریوں کے ذریعے انسان پر حملہ آور ہوتا ہے:

(۱)۔حرص و لالچ ، دنیوی مفادات، (۲)۔انتقام یعنی حق تلفی ہونے کے نتیجے میں مظلوم کا انتقامی ردعمل، (۳)۔بغیر تحقیق سنی سنائی باتوں پر عمل پیرا ہونا۔ضعیف وموضوع روایات کو بنیاد بنانا۔ان گنت بے بنیاد روایات ہیں جن پر برصغیر کی اکثریت عمل پیرا ہے۔کیا عوام، کیا علماء حضرات، اس بُرے طریقے سے امت اس دلدل میں پھنس چکی ہے کہ تائب ہونے پر سرے سے آمادہ ہی نہیں۔(۴)۔قتل و غارت گری میں کفار کا ہاتھ، (۵)۔قرآنی احکامات کے برعکس دین کا غلط تصور (سب سے بڑی وجہ)۔

پہلی چار وجوہات تو عام فہم ہیں۔انکی تفہیم اور انکی حقیقت سمجھنا کوئی مشکل کام نہیں۔انسانی بقا اور امن وسلامتی کے قیام کیلئے ان وجوہات اور اسباب ومحرکات کو بھی سنجیدہ لینا انتہائی ضروری ہے۔لیکن پانچویں وجہ یعنی ''دین کا غلط تصور'' یہ اہل اسلام کو لے ڈوبا ہے۔پہلی تین وجوہات کے پنپنے کی بڑی وجہ بھی ''دین کا غلط تصور'' ہی ہے،جسکی وجہ سے ہماری دنیا و آخرت دونوں تاریک ہوگئیں ہیں اور مسلمان باہم ایک دوسرے کیلئے وبال بن چکے ہیں۔اسلئے یہاں اس بنیادی وجہ کو کھولا جائے گا،شاید کہ بچت کی کوئی صورت نکل آئے۔

دین کا غلط تصور

قرآنی احکامات سے دوری اور فرقہ پرستی کے تناظر میں قرآن کو من وعن تسلیم نہ کرنے ، بلکہ اسکی غلط

تاویل تحریف کی بنا پر درج ذیل غلط تصور ہماری ہلاکت کا باعث بنا ہے:

(۱)۔تطبیق کے بغیر فیصلہ: یعنی کسی مسئلے کی تفہیم کیلئے تمام دلائل کی روشنی میں صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی بجائے، صرف ایک آدھی دلیل کے ادھورے مفہوم کی بنا پر غلط معنی اخذ کرنا۔

(۲)۔ادھورا جزوی دین/بناعمل کلمے پر بھروسہ: کلمے کو جنت کا ٹکٹ خیال کرتے ہوئے پورے دین: عقائد ونظریات، عبادات، اخلاقیات و معاملات اور معاشیات کوملحوظ رکھنے کی بجائے جزوی دین پر اکتفا کرنا۔ (۳)۔قرآن کو تمام علوم پر حاکم وجج نہ بنانے کی وجہ سے بخشش اور شفاعت کا غلط تصور (زوال کی بنیادی وجہ)۔

دین کے غلط تصور کے ضمن میں ان تینوں وجوہات میں سے سب سے بنیادی وجہ تیسری ہے، یعنی قرآن مجید کو حقیقی معنوں میں تمام علوم پر حاکم وجج اور دین کا اولین معیار نہ بنانا۔ جس کا نتیجہ بخشش و شفاعت کے متعلق دین کا غلط تصور پیدا ہوا ہے، جس کی بنا پر پورے دین پر کاربند ہونے کی بجائے جزوی دین پر اکتفا کیا گیا ہے، جو امت مسلمہ کو لے ڈوبا ہے۔ اس غلط تصور نے ہماری دنیا وآخرت دونوں تاریک کردی ہیں۔ یوں دنیا بھی ہمارے ہاتھ سے گئی اور آخرت بھی داؤ پر لگ گئی ہے۔ حالانکہ قرآن کے اخلاقی قوانین سے قوموں نے رفعت و بلندی پائی تھی، جس سے مسلمان محروم ہو چکے ہیں جیسا کہ پروردگار نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (سورہ طٰہٰ:20: 124)

”اور جس نے منہ پھیرا میرے ذکر (قرآن مجید) سے تو اسکے لیے زندگی کا جامہ تنگ کردیا جائے گا۔“

آپ ﷺ نے قوموں کے عروج وزوال کے متعلق خبر دی:

((ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما و یضع بہ آخرین))

(مسلم، رقم:1897)

”بے شک اللہ، اس کتاب کے ذریعے کچھ اقوام کو رفعت و بلندی عطا فرماتا ہے اور کچھ

کو پستی کا شکار کر دیتا ہے"

یوں مسلمان اصل ہدایت یعنی خالق کی رہنمائی سے حقیقی طور پر دور ہونے کی وجہ سے زوال کا شکار ہو چکے ہیں۔

دین کا حقیقی تصور اور تاریخی پس منظر

تفصیل میں جانے سے قبل مذکورہ حوالے سے تاریخی پس منظر کے اہم نکات کو ذہن نشین کر لیں:

(۱)۔اس احتیاط کے پیش نظر کہ کوئی من گھڑت بات نبی کریم ﷺ کی طرف غلط منسوب ہو کر دین کی بربادی کا باعث نہ بن جائے، امام ابوحنیفہ، امام جعفر صادق اور امام مالک رحمھم اللہ نے اخبار آحاد (ایسی روایات جن کے روایت کرنے والے کثیر تعداد میں نہ ہوں) کو قطعی کی بجائے ظنی قرار دیا، جبکہ متواتر روایات (جن کے روایت کرنے والے ہر دور میں کثیر تعداد میں ہوں) کو قطعی قرار دیا۔مزید یہ کہ اخبار آحاد کو محض سند کی بنا پر قبول کرنے کی بجائے، سند کے ساتھ ساتھ درایت و متن (یعنی روایت کا مضمون قرآن مجید، سنت متواترہ اور مسلمات عقل پر پورا اترتا ہو) کے اُصولوں کو بھی لازمی قرار دیا۔

امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ درایت و متن کے اُصولوں کی تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر:

(قرآن مجید کی حاکمیت)

(۲)۔دوسری صدی ہجری کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے درایت و متن کے اُصولوں کو کما حقہ روا نہ رکھنے کی وجہ سے قرآن مجید کے برعکس کئی روایات کو محض سند کی بنا پر معیار بنانے کی وجہ سے بخشش و شفاعت کا قرآنی ضابطہ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکا۔

(۳)۔عمل کو ایمان کا جزو قرار نہ دینے کی وجہ سے، مسلمان بغیر عمل کے ایمان کو نجات کیلئے کافی سمجھنے کی وجہ سے بد عملی کا شکار ہو چکے ہیں۔اس ضمن میں "مرجیئہ" فرقے نے ایمان کو عمل سے جدا کیا۔بعد ازاں امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب بعض اقوال کی وجہ سے احناف بھی متاثر ہوئے۔لہٰذا، امام بخاریؒ نے اس نظریہ کی سختی سے تردید کی اور اعمال کو ایمان کا جزو قرار دیا۔

(۴)۔معتزلہ اور خوارج سے غلو ہوا، انہوں نے گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیا۔دوسری طرف کبائر کے حوالے سے معتزلہ اور خوارج کے سخت نظریات کی تردید میں بھی تجاوز ہوا اور نتیجتاً کبائر کو بہت ہلکا قرار دے دیا گیا۔جو امت مسلمہ کو معاصی کی دلدل میں ڈبونے کا باعث بن گیا۔

(۵)۔عوام کی تعلیماتِ قرآن سے دوری، جبکہ علماء حضرات کا الا ماشاءاللہ قرآن کو من عن ماننے کی بجائے، غلط تاویل وتحریف کرنا۔یوں الا ماشاء اللہ مفسرین کی تفاسیر کی روشنی میں قرآنی احکامات اپنی جگہ پر قائم ہی نہیں رہ پاتے۔جسکی نشاندہی علامہ اقبالؒ نے یوں کی:

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے بنا سکتے ہیں قرآن کو پازند

پازند: پارسی مذہب کی کتاب

ہوئے کس قدر بے توفیق پاسبانِ حرم
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

مزید یہ کہ اخبارِ آحاد کو قرآن کے تابع کرنے کی بجائے، قرآن مجید کو اخبارِ آحاد کے تابع کرنے کی وجہ سے قرآن کو من وعن سمجھنا اور ماننا ممکن نہیں رہا۔

نوٹ: اخبارِ آحاد کے متعلق امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے اُصولوں کو صحیح معنوں میں روانہ رکھنے پر چونکہ صدیاں بیت چکی ہیں، اسلئے الا ماشاءاللہ اب مسلمان ان حقائق کو ماننے کیلئے بالکل بھی آمادہ نہیں۔اللہ ہمیں صحیح معنوں میں قرآن وسنت کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

بنیادی اُصول

بلاشبہ قرآن کے ساتھ سنت بھی دین کا لازمی جزو ہے۔سنت کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا۔نبی کریم ﷺ کے فرامین بھی حجت اور حرف آخر ہیں، جو حکم آپ ﷺ فرمادیں اس میں چون وچراں سے انسان ایمان سے دور ہو جاتا ہے۔لیکن یہ احکام ہم تک براہ راست نہیں پہنچے بلکہ درمیان میں بہت سے

راوی شامل ہیں۔اسلئے اس بات کی یقینی تصدیق کیلئے کہ بات واقعتاً آپ ﷺ کی ہے یا نہیں؟ اصولِ روایت پر محدثین کے اصولوں (جرح وتعدیل یعنی اسماء الرجال میں سند کی چھان پھٹک کے ساتھ ساتھ "درایت" یعنی متن کی معرفت، سمجھ بوجھ، ادراک... کے اصولوں) کے فلٹرز سے گزار کر فیصلہ کرنا ناگزیر ہے۔صحابہؓ کے بعد "درایت" یعنی محض سند کی بنا پر فیصلہ کرنے کی بجائے عبارت و متن کو بھی پرکھنے کے اُصولوں کی بنیاد امام ابوحنیفہؒ نے رکھی، جنہیں بعد میں امام مالکؒ اور دیگر محدثین نے اپنایا۔لیکن دوسری صدی ہجری کے بعد ان اُصولوں کو صحیح معنوں میں روانہ رکھنے کی وجہ سے روایات میں ایسی روایتیں بھی کتابوں میں نقل ہوگئی ہیں، جو قرآن حکیم اور سنت متواترہ کے برعکس ہیں۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ قرآنی احکامات کو اپنی جگہ پر رہنے دیا جاتا اور روایات سمیت دیگر علوم کی تاویل قرآنی احکامات کے تحت کی جاتی، تو ہماری دنیا وآخرت بچ جاتی۔لیکن افسوس کہ معاملہ اسکے برعکس ہوا ہے۔

<u>اُصولی بات:</u> اسماء الرجال کے ماہرین کی اپنی تحقیق کے مطابق، روایات میں ہر قسم کے راوی موجود ہیں یعنی: رافضی، ناصبی، مرجئیہ،......وغیرہ۔لہٰذا روایات کو محض سند کی بنا پر حرف آخر سمجھنے کی بجائے، درایت ومتن کے فلٹر سے بھی ضرور گزارنا چاہیے۔تاکہ غلط راویوں کی بھی چھان پھٹک ہو جائے اور مزید یہ کہ سچے راویوں سے بھی غلطی ہوسکتی ہے، خطا لگ سکتی ہے، اسلئے ہر علم کو قرآن کے تناظر میں دیکھنا چاہیے، جو تواتر کی بنیاد پر حرف آخر ثابت ہو چکا ہے۔

اس ضمن میں امام ابوبکر خطیب بغدادیؒ (المتوفی: ۴۶۳ھ) نے اُصولی رہنمائی ان الفاظ میں فرمائی:

"جب کوئی ثقہ اور مامون راوی ایسی روایت بیان کرے جس کی سند بھی متصل ہے تو اس کو ان امور کے پیش نظر رد کر دیا جائے گا: ایک یہ کہ وہ تقاضائے عقل کے خلاف ہو، اس سے اسکا بطلان معلوم ہوگا کیونکہ شرع کا درود عقل کے متقضیات کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ عقل کے خلاف۔اس سے معلوم ہوگا کہ اس کی کوئی اصل نہیں یا یہ منسوخ ہے۔دوسرے یہ کہ وہ کتاب اللہ کی نص یا سنت متواترہ کے خلاف ہو، اس سے معلوم ہوگا کہ اسکی کوئی اصل

نہیں یا یہ مسوخ ہے۔
تیسرے یہ کہ وہ اجماع کے خلاف ہو، اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ وہ منسوخ ہے یا اسکی کوئی اصل نہیں۔ کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ صحیح اور غیر منسوخ ہو اور امت کا اسکے خلاف اجماع ہو جائے۔ چوتھے یہ کہ ایسے واقعہ کو صرف ایک راوی بیان کرے جس کا جاننا تمام لوگوں پر واجب ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اسکی کوئی اصل نہیں، کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایسی بات کی کوئی اصل ہو اور تمام لوگوں میں سے صرف ایک راوی اسے نقل کرے جس کو عادتاً لوگ تواتر کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ یہ بھی قبول نہیں ہوگی کیونکہ جائز نہیں کہ ایسے واقعہ کو نقل کرنے والا صرف ایک آدمی ہو۔''

(خطیب بغدادی، الفقیہ والمتفقہ، بیروت دارالکتب العلمیہ، ۱۹۸۰ء ج:1 ص:132-133)

مولانا مودودیؒ نے مذکورہ حقیقت پر بڑی جامع رہنمائی فرمائی، لکھتے ہیں:

''محدثینؒ کی خدمات مسلم (تسلیم شدہ)، یہ بھی مسلم کہ نقدِ حدیث کیلئے جو مواد انہوں نے فراہم کیا ہے، وہ صدر اول کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کارآمد ہے۔ کلام اس میں نہیں، بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیۃً ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے۔ وہ بہرحال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کیلئے جو حدیں فطرۃ اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں، ان سے آگے تو وہ نہیں جاسکتے تھے۔ انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے، اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے۔ پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جس کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں، وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے؟ صحت کا کامل یقین تو ان کو بھی نہیں تھا۔'' (تفہیمات: ج:1 ص:318)

پھر لکھتے ہیں:

''محدثین کرامؒ نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا۔ جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے۔ مگر ان میں کون سی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔'' (تفہیمات: ج:1 ص:319)

''نفس ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ اشخاص کے متعلق اچھی یا بُری رائے قائم کرنے میں ان کے ذاتی رجحانات کا بھی کسی حد تک دخل ہو جائے۔ یہ امکان

محض امکانِ عقلی نہیں بلکہ امر کا ثبوت موجود ہے۔'' (تفہیمات: ج:1، ص:319)

پھر فرماتے ہیں:

''ان سب چیزوں کی تحقیق انہوں نے اسی حد تک کی ہے جس حد تک انسان کر سکتے تھے۔ مگر لازم نہیں کہ روایت کی تحقیق میں یہ سب امور ان کو ٹھیک ٹھیک ہی معلوم ہو گئے ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ جس روایت کو وہ متصل السند قرار دے رہے ہیں، وہ درحقیقت منقطع ہو......... یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کی بنا پر اسناد اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیۃً صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ مواد اس حد تک قابلِ اعتماد ضرور ہے کہ سنت نبوی ﷺ اور آثار صحابہؓ کی تحقیق میں اس سے مدد لی جائے اور اس کا مناسب لحاظ کیا جائے۔ مگر اس قابل نہیں ہے کہ بالکل اسی پر اعتماد کر لیا جائے۔'' (تفہیمات: ج:1، ص:321-322)

اس ضمن میں علامہ شبلی نعمانیؒ نے بڑی حقیقت پسندانہ بات کی ہے، لکھتے ہیں:

''اصولِ درایت کو اصولِ حدیث میں شامل تو کر لیا گیا، لیکن ارباب روایت نے اسے بہت کم برتا اور آج ان گنت روایتیں درایت کے خلاف قبول عام ہیں۔''

(علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ''روایت (یعنی سند) اور درایت (متن و عبارت یعنی روایت کا مضمون) کی تحقیق کی روشنی میں کسی روایت کو صحیح نہ کہنا آپ ﷺ کی بات کا انکار نہیں بلکہ محدثین کے اصول تحقیق پر اعتراض ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بات پر اعتراض حتیٰ کہ چون و چراں کرنے سے تو انسان ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ آپ ﷺ کی بات پر بات لانے اور اس پر اعتراض کرنے کا تو کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔ تحقیقِ روایت کے اُصولوں کی بنیاد پر کسی روایت پر کلام تو صحابہؓ، تابعین و تبع تابعین.... رحمہم اللہ کے زمانے سے چلتا آ رہا ہے، جسے امام ابو حنیفہؒ اور انکے معاصرین نے اپنایا۔ انکارِ حدیث کے فتوے کی زد میں تو وہ لوگ آتے ہیں جو سرے سے ہی حدیث کی حجیت کا انکار کر دیں۔ باقی سند کے ساتھ ساتھ درایت و متن کے اُصولوں کو ملحوظ نہ رکھنے کی بنا پر جھوٹی بات

آپ ﷺ کی طرف منصوب کرنے کا باعث بننا بھی بہت بڑی ہلاکت ہے۔

اس بنیادی وضاحت کے بعد اب ہم اصل مضمون کی طرف آتے ہیں کہ: قرآن حکیم کی واضح رہنمائی کے باوجود ہمارا بخشش وشفاعت کا غلط تصور ہمیں کس طرح لے ڈوبا ہے۔

یادرکھیں! جب تک اُصول روایت پر صحابہؓ کے اسوہ کی روشنی میں وضع کردہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے متن ودرایت کے اُصولوں کو صحیح معنوں میں روانہیں رکھا جاتا، اس وقت تک نہ تو قرآن کومن عن تسلیم کی توفیق نصیب ہوسکتی ہے اور نہ ہی ہم دنیوی ذلت سے نجات پاسکتے ہیں اور نہ ہی ہماری آخرت بچ سکتی ہے۔

کیونکہ قرآنی قانون کے برعکس بخشش وشفاعت کے غلط تصور کی بنا پر مرغوبات نفس کو لگام ڈالنا اور جرائم سے بچنا ممکن نہیں۔ اس غلط تصور کی وجہ سے ایک ریڑھی بان سے لے کر اعلیٰ سطح تک الا ماشاء اللہ کوئی بھی معاف نہیں کرتا، حتیٰ کہ قانون سازی کرنے والوں کو بھی قانون شکنی سے نہیں روکا جاسکتا۔

✡✡✡✡✡

باب۲

قرآنی احکامات کے برعکس دین کا غلط تصور

بخشش وشفاعت کا قرآنی ضابطہ

اب ہم امت مسلمہ کے زوال کی بنیادی وجہ یعنی قرآن کے واضح احکامات کے برعکس بخشش وشفاعت کے غلط تصور کو کھول کر بیان کرتے ہیں ۔حقیقت حال سے آ گا ہی کیلئے بطور نمونہ قرآن کی چند اہم آیات ملاحظہ کریں، جنہیں انکے اصل مفہوم سے نہ ہٹایا جا تا ،تو ہماری دنیا اور آخرت دونوں بچ جاتیں۔

ہماری تمنا: ہماری تو دعا اور خواہش ہے کہ اللہ سب مسلمانوں کو بخش دے ،لیکن اللہ کی بخشش قانون و ضوابط کے تحت ہے۔لہٰذا اس قانون کو سمجھ کر اللہ کی پکڑ کے قانون کی زد سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ ورنہ اربوں کھربوں سال سے بڑی ابدی زندگی داؤ پر لگ سکتی ہے۔

اللہ کی رحمت: بلاشبہ پروردگار نہایت مہربان ہے۔اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا، مایوس نہیں ہونا۔ جب بھی اس کا بندہ احساسِ ندامت سے اس کی طرف پلٹ آئے وہ سارے گناہ معاف کرنے کیلئے تیار ہے۔لیکن اس ضمن میں اسکے قانون کی زَد میں آنے سے بچنا ہے،جسکی وضاحت اس تحریر میں پیش کی گئی ہے۔

قاعدہ کلیہ / بنیادی اُصول

ہماری طرح یہود ونصاریٰ کا بھی باطل نظریہ تھا کہ چونکہ ہم انبیاء(علیہم السلام) کی اولاد میں سے ہیں، اللہ کے چہیتے ہیں اسلئے اول تو ہم دوزخ میں جا ہی نہیں سکتے اور اگر بالفرضِ محال چلے بھی گئے تو چند دن

کے بعد وہاں سے نکال دیے جائیں گے۔لیکن پروردگار نے انکے اس غلط زعم کی یوں تردید کی:

﴿وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥﴾ (سورۃ البقرہ:: آیت:80-82)

''یہ لوگ کہتے ہیں ہمیں نہیں چھوئے گی آگ مگر چند دن۔ان سے سے پوچھو کہ تمھارے پاس اللہ کا کوئی عہد ہے؟ اللہ ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں کرتا۔ بلکہ تم اللہ کے بارے میں وہ باتیں کہتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔کیوں نہیں جس کسی نے بھی برائی کھٹی اور اس بُرائی نے اس کا احاطہ کرلیا تو وہ دوزخی ہیں رہیں گے اس میں ہمیشہ ہمیش۔اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال اختیار کیئے، وہ جنتی ہیں جو جنت میں رہیں گے ہمیشہ ہمیش۔''

ضروری نوٹ: یہ آیت کبائر کے ضمن میں قاعدہ کلیہ (Universal Law) اور بنیادی اُصول ہے لیکن الا ماشاء اللہ ہمارے نظریات اللہ کے قانون کے برعکس بن چکے ہیں۔ اسلئے اس قسم کی درجنوں قرآن کی آیات کو انکے اصل مطلوب سے ہٹانے کیلئے ایک تو انکی غلط تاویل کی جاتی ہے اور دوسرا یہ موقف اختیار کیا جاتا ہے کہ ان آیات کو بلا تاویل من وعن ماننے پر معتزلہ اور خوارج کے موقف کی تائید ہوتی ہے جبکہ اہل السنۃ نے یہ موقف نہیں اپنایا۔مزید یہ کہ اس قسم کے نظریات اجماع کے خلاف ہیں۔خوارج کا موقف کیا تھا وہ ہم انشاءاللہ کتاب کے آخر پر بیان کریں گے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ بروز قیامت اللہ کے صراحت پر مبنی احکام کے برعکس نظریات رکھنے پر اللہ کی بارگاہ میں یہ بات کرنے کی کوئی جرئت کرسکے گا کہ اُس نے انہیں اسلئے من وعن نہیں مانا کہ وہ انکے گروہ کے نظریات سے موافقت نہ رکھتے تھے....؟۔دوسری بات یہ ہے کہ اہل السنۃ کی آڑ میں قلب وذہن سے متصادم آیات واحادیث کو معتزلہ وخوارج کے کھاتے میں ڈال کر انکی غلط تاویل کرنا بھی محض ایک

دھوکہ ہی ہے۔اسی طرح اجماع کا دعویٰ بھی بالکل غلط ہے۔اجماع کا دعویٰ کرنا تو بہت آسان ہے لیکن اسے ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن کی نص کے خلاف درجنوں آیات کے ہوتے ہوئے ان کے خلاف اجماع ہوجائے۔ابھی ہم مذکورہ آیت سمیت دیگر اس موضوع پر آنے والی متعدد آیات پر اہل السنۃ کے مفسرین کی رائے بھی پیش کریں گے جنہوں نے حق بات تسلیم کی ہے۔مذکورہ آیت کریمہ کی حقیقی ترجمانی ڈاکٹر اسرار صاحبؒ نے یوں کی ہے:

”ابدی حقائق (Universal Truth) کی (یہ) عظیم ترین آیت ہے۔(جس کے مطابق) جس نے جان بوجھ کر ایک بڑا گناہ کمایا اور اسکی خطا نے اسکا گھیراؤ کرلیا۔یعنی ایک ہی گناہ ہے، سود کھا رہا ہے، باقی نماز ہے، تہجد ہے، یہ ہے، وہ ہے۔لیکن اس ایک گناہ کی برائی بھی اسکے گرد اتنی چھا جائے گی کہ پھر اسکی ساری نیکیاں ختم ہوکر رہ جائیں گی، ایک گناہ..... یعنی اسکی برائی اتنی اس کے اوپر چھا جائے کہ ایمان کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔علماء کا اُصول ہے کہ گناہ کفر کی ڈاک ہے، ہوتے ہوتے گناہ پر مداومت، مداومت، مداومت..... اُسے پتا بھی نہیں ہوتا، وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے (لیکن) اندر سے ایمان ختم ہو چکا ہوتا ہے۔دیمک کی طرح دروازے کی چوکھٹ کھائی گئی (جبکہ باہر سے دِکھنے میں صحیح سلامت ہے).... یہ آگ والے ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے قاعدہ کلیہ قرآن کا قطعی اور ابدی فیصلہ۔“

(بیان القرآن، ڈاکٹر اسرار احمدؒ)

یہ اصل بات ہے سمجھنے والی کہ گناہوں میں لت پت ہوکر زندگی بسر وہی کرسکتا ہے جس کا ضمیر، جس کا ایمان مر چکا ہو۔ ورنہ ایمان تو ایک زندہ حقیقت ہے جو معاصی پر ندامت اور ملامت کے ذریعے انسان کو گناہوں کی ہلاکت سے بچاتی ہے۔ کلمے کا دعویٰ اللہ کے قانون کو ماننے کا دعویٰ ہے نہ کہ اللہ کی نافرمانی پر گامزن ہونے کا؟

اور ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ نے بھی اسی حقیقت کی تائید فرمائی:

’’جس کسی نے بُرا کیا اور اسی برائی میں ڈوب گیا اور اسی پر مرا (تو وہ دوزخی ہے، رہے گا دوزخ میں ہمیشہ ہمیش)..... جب تک لوگوں کے دل میں یہ بات واضح نہیں ہوگی کہ اپنے لئے ہمیں خود کچھ کرنا ہے، کوئی اور ہمارے کام نہیں آ سکتا، اس وقت تک ہمارے اعمال درست نہیں ہو سکتے۔‘‘ (ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ)

اس آیت کے تحت مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ لکھتے ہیں:

’’جنت اور دوزخ کا تعلق خاندانی اور گروہی نسبتوں سے نہیں بلکہ تمام تر عمل سے ہے۔ جو شخص کسی بُرائی کا ارتکاب کرے اور وہ برائی اسے اپنے گھیرے میں لے لے تو اسکے لئے خلود فی النار (ابدی دوزخ) ہے خواہ اس کا تعلق کسی (بھی) گروہ سے ہو۔ برعکس اسکے جو شخص ایمان اور عملِ صالح کی روش پر قائم رہے، اسکے لئے خلود فی الجنۃ (ابدی جنت) ہے، خواہ اس کا تعلق کسی (بھی) خاندان سے ہو۔‘‘ (تدبر قرآن)

تاہم درایت کے اُصولوں کو ملحوظ نہ رکھنے اور محض سند کی بنا پر، قرآن کے اس قاعدہ کلیہ سے ہٹ کر آنے والی روایات (جن کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی) کی بنا پر اکثر مفسرین کو اسکی تاویل کر کے اس آیت میں بیان کردہ اللہ کے حکم کو ان روایات کے تابع کرنا پڑا ہے، جسکی بنا پر دین کا بنیادی اُصول ہی اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکا۔

حافظ ابن کثیرؒ تفسیر ابن کثیر میں دونوں قسم کے اقوال (یعنی اس آیت کے قانون کے مطابق اور نامطابق) لائے ہیں، جیسے:

’’حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، ابوالعالیہؒ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، حسنؒ، قتادہؒ، ربیع بن حسنؒ کے اقوال کے مطابق یہاں ’سیئہ‘‘ سے مراد شرک یا کفر ہے۔ جبکہ سدیؒ کے مطابق کبیرہ گناہ ہیں، جو تہہ بہ تہہ ہو کر دل کو گندہ کر دیں۔ ربیع بن خثیمؒ کے مطابق بھی مراد گناہ ہیں، جن پر بغیر توبہ فوت ہونے پر وعید ہے۔‘‘

جو بات خالق نے بیان فرمائی ہے وہ یہی ہے کہ یہاں ’سیئہ‘‘ سے مراد کبائر ہیں جن پر مداومت

ہلاکت کا باعث ہے۔حافظ ابن کثیرؒ نے جو اقوال لکھے ہیں، وہ بھی صرف سند کی بنیاد پر ہیں۔چونکہ درایت کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، اسلئے یہ انتساب قطعی کی بجائے ظنی ہے۔عین ممکن ہے کہ یہ اقوال واقعتاً انہوں نے نہ کہے ہوں بلکہ منسوب ہوگئے ہوں۔کیونکہ نہ تو اس آیت کریمہ سے محض کفراور شرک مراد ہے اور نہ قرآن کی بے شمار دیگر آیات سے اسکی تائید ہوتی ہے۔اس آیت کریمہ کو ہم قدرے کھول کر بیان کریں گے، کیونکہ یہی بڑی غلط فہمی ہے جسے پرودگار نے واضح کیا ہے۔مسلمانوں کی دنیوی ذلت اور اخروی ہلاکت کی بنیادی وجہ اس آیت کریمہ سمیت قرآن کی دیگر متعدد آیات میں اللہ کے بیان کردہ قانون وضابطے کو من عن سمجھنے اور تسلیم کرنے کی بجائے غلط فہمی کا شکار ہونا یا اسکی غلط تاویل وتحریف کرنا ہے۔صرف اس ایک آیت کریمہ کو من وعن مان لیا جائے، تو لوٹ مار ختم ہوجائے، ہماری دنیا بھی بچ جائے اور آخرت بھی۔

نوٹ: ہم کسی بھی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے، قانوناً سب کو امت مسلمہ میں شمار کرتے ہیں۔تاہم آخرت کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ہمارا مقصد قرآن وسنت سے اللہ کے قانون کو واضح کرنا ہے، تاکہ ہماری دنیا اور ابدی اخروی زندگی بچ سکے۔

اب ہم مذکورہ آیت کریمہ کو سمجھتے ہیں۔اس آیت کریمہ میں جو بات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، وہ اتنی واضح ہے کہ اس میں کسی غلط فہمی کی دور دور تک گنجائش موجود نہیں، یعنی:

> ’’جس نے کوئی ایک بھی کبیرہ گناہ (شرک، والدین کے ساتھ بدسلوکی، قتل، چوری، ڈاکہ، ملاوٹ، دھوکہ دہی، سود کھانا، کبر، امانت میں خیانت، ناحق مال ہتھیانہ...... وغیرہ) دیدہ دلیری سے زندگی میں اختیار کرلیا، اور وہ اسکی زندگی کا حصہ بن گیا یعنی اس پر ندامت جاتی رہی اور بغیر توبہ اسی حالت میں فوت ہوگیا، تو وہ آگ سے نہیں نکل سکے گا۔کیونکہ اس صورت حال میں انسان ایمان سے دور ہوجاتا ہے۔تاہم اسکے باوجود بھی اسے ملت اسلامیہ سے خارج کرکے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔تاہم آخرت کا فیصلہ اللہ کی سپرد ہے، جو عین سچائی کی بنیاد پر ہوگا۔‘‘

مزید یہ کہ:

اگر کبائر کے متعلق مذکورہ قانون کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، لوگ اگر ایک ایک کبیرہ گناہ (قتل، چوری، ڈاکہ، زنا، شراب، جوا، دھوکہ، ملاوٹ، بدعہدی، بد دیانتی، امانت میں خیانت........ وغیرہ) کو اختیار کرلیں، تو کیا ایسے معاشرے میں جیا جاسکتا ہے؟

اس آیت کریمہ کو درج ذیل تاویلات کے ذریعے اپنے اصل معنی سے ہٹایا گیا ہے:

- یہ آیت مجمل ہے، یعنی اسکا معنی واضح نہیں۔ (حالانکہ آیت میں صراحت ہے اور معنی بالکل واضح ہے)
- یہاں ''سیئہ اور خطیئہ'' سے مراد عام کبائر نہیں بلکہ کفر اور شرک مراد ہے۔ (حالانکہ آیت میں ایسی کوئی تخصیص موجود نہیں)
- اس آیت کا اطلاق اعمال کے بگاڑ پر نہیں، بلکہ عقیدے کے بگاڑ پر ہے۔ (حالانکہ اس کا کوئی جواز اور قرینہ سرے سے ہی آیت میں موجود نہیں)
- یہاں مخاطب کفار ہیں نہ کہ مسلمان، لہٰذا اس آیت کا اطلاق مسلمانوں پر تو کیا ہی نہیں جاسکتا۔ (اس دھوکے سے آگاہی کیلئے، اس کتاب کے آخر پر دیے گئے مضمون ''کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہونے والی آیات'' سے استفادہ کریں)۔

آیت کریمہ میں وعید کا اطلاق ''من۔ یعنی جو کوئی بھی'' پر ہوا ہے۔ ''من'' اسم نکرہ ہے، جس کا اطلاق جن وانس سب پر ہے۔ اس میں مسلم یا کافر کی کوئی تخصیص نہیں۔

مقامِ عبرت! فہمِ قرآن کیلئے عقل وبصیرت کی روشنی میں اہلِ علم سے استفادہ تو ضرور کرنا چاہیے، لیکن وہ لوگ جنہیں قرآن میں صراحت سے بیان کی گئی، اللہ کی واضح بات پر یقین تو نہ آئے، جبکہ اپنے اپنے پسندیدہ مفسرین کی تفاسیر پر تسلی ہو جائے، اگرچہ وہ تفاسیر اللہ کی واضح بات کے برعکس ہی کیوں نہ ہوں۔ یعنی ہماری عقل غیر معصوم مفسرین کی بیان کردہ بات کو سمجھ کر مان سکتی ہے، لیکن خالق کائنات کی واضح بات کو نہیں سمجھ سکتی۔ تو ایسے لوگوں کا قرآن پر کیا ایمان رہ جاتا ہے؟ ہمیں جواب دہی قرآنی آیات پر دینی ہے نہ کہ مفسرین کی تفاسیر پر۔ بروز قیامت جب ایسے لوگوں کا

محاسبہ بارگاہ الٰہی میں قرآنی آیات کے تناظر میں ہوگا، تو کیا اس وقت وہ مفسرین کی تشریحات کو بطور ڈھال اللہ کے سامنے پیش کرنے کی جرئت کرسکیں گے....؟ باقی مفسرین کی ضرورت تو وہاں ہوتی ہے، جہاں کوئی اشکال ہو، کوئی متشابہ معاملہ ہو، پیچیدگیاں ہوں لیکن جہاں بات بالکل واضح ہو، صراحت ہو، وہاں بھی خالق کائنات کی بات میں غیر معصوم مفسرین کا لقمہ ڈالے بغیر تسلی نہ ہونا اللہ رب العالمین اور اسکی کتاب پر کیسا ایمان ہے۔؟

تفسیر کا بنیادی اُصول: قرآن کی تفسیر کا پہلہ بنیادی اُصول یہ ہے کہ سب سے پہلے تفسیر بالقرآن کی جائے، یعنی مذکورہ موضوع پر قرآن کی دیگر آیات دیکھی جائیں۔

پھر اسکے بعد احادیث واقوال سے رہنمائی لی جائے۔

قرآن کی محکمات بہت عام فہم اور آسان ہیں، پروردگار نے زور دے کر ایک ہی صورت میں چار مرتبہ تاکید فرمائی ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍo﴾ (القمر: آیت۔17,22,32,40)

''یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا''؟

ایک مخلص انسان کیلئے تو قرآن بہت آسان ہے۔ ساری مشکلات تو ہمارے اپنے ذہنوں میں ہیں کہ ہم فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی وجہ سے اپنے اپنے آبا کے غلط نظریات سے ہٹنا نہیں چاہتے۔ یوں قرآن کو من وعن ماننا انتہائی دشوار ہو چکا ہے۔

قرآن کی بات کو من وعن ماننے کی بجائے، اسے اسکے معنی سے ہٹاتے ہوئے، ہمیں بہت ڈرنا چاہیے کہ ہم اللہ کے کلام کو ہاتھ ڈال رہے ہیں، دانستہ ایسا فعل رب بننے کے مترادف ہے، انسانیت کو اس تباہی سے بچانے کیلئے پروردگار نے بہت سخت تنبیہ کی:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (حٰم السجدہ: 40)

''بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات میں تحریف کرتے ہیں (اصل معنی سے ہٹاتے ہیں) وہ ہم سے مخفی نہیں، بھلا جو شخص آگ میں ڈالا جانے والا ہے اچھا ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کے ساتھ آنے والا ہے؟ تم جو چاہو کرو (لیکن یاد رکھو) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے یقیناً دیکھنے والا ہے''۔

قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں، قرآن کی تمام آیات اسی اُصول کو بیان کرتی ہیں۔ کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں جس میں مذکورہ اُصول سے ہٹ کر بات کی گئی ہو۔ لہٰذا، اب ہم مذکورہ آیت کریمہ کے سیاق وسباق کی تفہیم کے بعد، اس ضمن میں صراحت پر مبنی بے شمار محکم آیات میں سے کچھ دیگر آیات سمجھیں گے۔

چنانچہ مذکورہ (البقرہ آیت: 80-82) آیات کا پس منظر یہ ہے کہ، پیچھے سے اہل کتاب بنی اسرائیل (جو اپنے وقت کی امت مسلمہ تھی) ان کا ذکر چل رہا ہے۔ اپنے وقت میں، اپنی کتابوں (تورات وانجیل) پر ایمان رکھنے کے باوجود انکی خرابیوں کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ ان کا اہل علم طبقہ اپنی کتابوں کی تحریف کرتا ہے، اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ پھر بعض اُمی ہیں جنہیں کتاب کا علم نہیں اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کو ہی دین سمجھتے ہیں اور خوش فہمیوں میں مبتلا ہیں...... وغیرہ۔ اسکے بعد مذکورہ آیت کریمہ (البقرہ آیت: 80-82) بیان ہوئی ہے، جس میں انکی خودساختہ غلط فہمیوں اور انکے باطل نظریات کی تردید کر کے ان پر یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ جس کسی نے کوئی بھی بڑا گناہ اختیار کر لیا وہ ابدی جہنم میں رہے گا (اگر بغیر توبہ فوت ہو گیا)۔ پھر اس آیت کریمہ کی اگلی آیت میں ہمیں لگنے والے تمام دھوکوں کو بالکل بے نقاب کر دیا ہے، فرمایا:

﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ (البقرہ: 83)

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اسی طرح قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ

بھی اور لوگوں کو اچھی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہنا۔لیکن تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔‘‘

یعنی اسی قسم کے کبائر میں وہ لوگ ملوث تھے جن پر (البقرہ آیت:80-82) میں ان پر وعید آئی۔مزید اگلی آیات (البقرہ :84-85)میں یہود و نصاریٰ کے دیگر جرائم: ناحق قتل، جلاوطن کرنا، دوسروں کی غلط طرفداری وغیرہ پر پورے اسلام کی بجائے ادھورے دین کو ماننے کی وجہ سے دنیا کی ذلت اور شدید اخروی عذاب کی وعیدیں نازل ہوئی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ امت مسلمہ ان سب جرائم میں اگر ملوث ہو (جو کہ ہو چکی ہے) تو وہ ان وعیدوں کی زد سے کیسے بچ سکے گی۔؟ حالانکہ سورۃ البقرہ کو قرآن کے آغاز میں رکھنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ چارج شیٹ جو یہود و نصاریٰ پر لگی ہے، امت مسلمہ اس سے بچ جائے۔اور نبی کریم ﷺ نے یہ خبر بھی دی کہ میری امت ہو بہو یہود و نصاریٰ کے طریقوں کو اپنائے گی، دیکھئے (صحیح بُخاری ’’کتابُ الاعتصام‘‘ حدیث نمبر 3456)۔لیکن افسوس کہ ہم قرآن کے مطابق اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی بجائے، قرآن کو ہی تبدیل کر دیا، بقول علامہ اقبالؒ:

هوئے کس قدر بے توفیق پاسبانِ حرم — خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر — تاویل سے بنا سکتے ہیں قرآن کو پازند

پازند: پارسی مذہب کی کتاب

<u>دیگر آیات:</u> ان آیات کی تفہیم کے بعد، اب ہم اسی موضوع پر بے شمار دیگر آیات میں سے کچھ مزید آیات دیکھتے ہیں:

(ا)۔﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا٥ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا٥﴾

(سورۃ النساء:4:29-30)

''اے اہل ایمان باہم آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ ہو لین دی تمھاری باہم رضامندی سے، اور اپنے آپ کو قتل مت کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے۔ اور جو کرے گا ایسے کام زیادتی اور ظلم والے تو عنقریب جھونکیں گے اسے بڑی آگ میں اور یہ کام اللہ پر بہت آسان ہے۔''

باطل طریقے سے مال کھانے سے مراد: دھوکہ، فریب، جعل سازی، ملاوٹ، جوا، سود وغیرہ ہیں۔
یہاں ''**خطئیات اور سئیات**'' کی صراحت (قتل وغارت، ناحق مال ہتھیانہ وغیرہ) بیان ہوگئی ہے، اسلئے یہاں غلط تاویل کے ذریعے ''**سئیات**'' سے مراد کفر اور شرک یا عمل کی بجائے عقیدے کا بگاڑ (جیسا کہ البقرہ آیت: 80-82) میں لیا گیا تھا، پروردگار نے اسکی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اسلئے یہاں کسی بھی مفسر کیلئے تاویل کرنا ممکن نہیں رہا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی یہاں آیات میں بیان کردہ حقیقت کا من وعن اقرار کیا ہے، وہ ان آیات کے تحت لکھتے ہیں:
''جو شخص بھی ظلم وزیادتی کے ساتھ حرام جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے، دلیرانہ طور پر حرام پر کاربند رہے، وہ جہنمی ہے۔ پس ہر عقل مند کو اس تنبیہ سے ڈرنا چاہیے۔'' (تفسیر ابن کثیر)
یہاں تخصیص کے ساتھ امام ابن کثیرؒ کا موقف بھی واضح ہوگیا ہے۔
پروردگار نے اس سے اگلی آیت کریمہ میں فرمایا:

﴿ **اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَ نُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا**ؕ ﴾ (سورۃ النساء:4:31)

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو، جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمھارے چھوٹے گناہ دور کردیں گے اور عزت واحترام کی جگہ تمھیں داخل کریں گے۔''

یعنی ثابت ہوگیا کہ ''**خطئیات اور سئیات**'' سے مراد خالی شرک اور کفر نہیں بلکہ کفر، شرک کے ساتھ ساتھ دیگر کبائر بھی ہیں۔

(۲)۔یہی اصول سورہ نسا (آیت:۱۴۰) اور سورہ توبہ (آیت:۶۵۔۶۶) میں بھی بیان ہوا ہے جس کے تحت ایمان کی موجودگی (یعنی کلمے کے اقرار) کے باوجود دینی شعائر کے ساتھ استہزاء یعنی اللہ، اسکے رسولوں، اللہ کی آیات، صحابہؓ..... کا مذاق اڑانے کا مرتکب ہونے یا ایسی محافل میں شرکت کرنے یا ایسی باتوں کی تائید کرنے پر خالق نے ایمان کی نفی کردی ہے، اور درج ذیل الفاظ میں وعید نازل فرمائی ہے:

﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۝﴾ (نساء:140)

''یقیناً تم بھی اگر ایسا کروگے تو انہیں میں شامل ہوجاؤ گے، یقیناً اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (سورہ توبہ:66)

''بہانے مت بناؤ اب یقیناً تم کافر ہو چکے ہو ایمان لانے کے بعد۔''

یہاں بھی قرآن کا اسلوب اتنا واضح ہے کہ کسی شک وشبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں۔پس معلوم ہوا کہ ایمان کا اقرار کوئی مذاق نہیں بلکہ ایک انتہائی سنجیدہ ایکٹ ہے جس کے تقاضے پورے کئے بغیر نجات کی امید رکھنا محض خام خیالی ہے۔

(۳)۔یہی اُصول سورۃ الرفرقان میں بھی بیان ہوا ہے، جس کے تحت کبائر جیسے: شرک، ناحق قتل، بدکاری پر قائم رہ کر اگر کوئی بغیر توبہ فوت ہوگیا، تو وہ بھی ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رہے گا، جیسا کہ فرمایا گیا:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝﴾ (سورۃ الرفرقان:25:68۔69)

''اور وہ لوگ جو نہیں شریک کرتے پکارنے میں اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو، اور جو نہیں قتل کرتے کسی نفس کو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھرایا ہو، مگر جائز طریقے سے، اور نہ

زنا کرتے ہیں۔اور جو کوئی بھی ایسا کرے گا تو وہ پائے گا بدلہ اپنے گناہوں کا۔اسے بروز قیامت دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ رہے گا دوزخ میں ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ ہمیش۔"

یعنی مذکورہ وعید تینوں قسم کے جرائم: شرک، ناحق قتل اور زنا پر الگ الگ ہے۔یہاں یہ وعید یں ""من۔یعنی جو کوئی بھی" کے ساتھ ہیں۔""من" اسم نکرہ ہے،جس کا اطلاق جن وانس سب پر ہے۔اس میں مسلم یا کافر کی کوئی تخصیص نہیں۔یہاں بھی کسی قسم کی تاویل ممکن نہیں،لہٰذا حافظ ابن کثیرؒ نے یہاں بھی اس حقیقت کومن وعن تسلیم کیا ہے،فرمایا:

""اسے بار بار عذاب کیا جائے گا،اور سختی کی جائے گی اور ذلت کے دائمی عذابوں میں پھنس جائے گا۔"(تفسیر ابن کثیر)

یوں(سورہ البقرہ آیت:80-82)میں امام ابن کثیرؒ نے سلف کے بعض اقوال کی بنا پر "سیئہ" سے مراد کفر یا شرک لیا تھا۔اس آیت کریمہ میں صراحت کی بنا پر،انہوں نے یہاں اپنا موقف عین حکم ربانی کے تحت واضح کر دیا ہے کہ،گناہ کی مذکورہ تینوں شکلوں(شرک،قتل،زنا) کا دیدہ دلیری سے ارتکاب اور بغیر توبہ واصلاح موت کا نتیجہ ہمیشہ ہمیش کی دوزخ ہوگا۔اللہ ہم سب کو اس ہلاکت سے بچائے۔(آمین)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ اس آیت کے تحت بیان فرماتے ہیں:

""جو اس قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے،وہ قانوناً کافر نہ ہو لیکن حقیقتاً کافر ہو جاتا ہے،ایمان اسکے دل سے نکل جاتا ہے۔لہٰذا توبہ گویا کہ از سر نو ایمان لانے کے مترادف ہے۔"(بیان القرآن)

اور داکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ فرماتی ہیں:

""تو جو لوگ یہ برائیاں(شرک،قتل،زنا) کریں اور انہیں میں زندگی بسر کر دیں،گزار دیں اور باز نہ آئیں،توبہ نہ کریں،چھوڑیں نہ تو پھر انکے لئے یہ(مذکورہ دائمی سزا) یقینی ہے۔"

مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''جولوگ ان جرائم (شرک،قتل اور زنا) میں سے کسی جرم کے مرتکب ہوں گے وہ قیامت میں انکی سزا اس طرح بھگتیں گے کہ بالتدریج ان کی سزا میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ کچھ سزا بھگت کر وہ چھوٹ جائیں یا آہستہ آہستہ انکی سزا میں کچھ تخفیف ہوجائے بلکہ وہ نہایت ذلت کی حالت میں اس عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔'' (تدبر قرآن)

(۴)۔وراثت سے محروم کرنے والوں کیلئے ابدی عذاب کی وعید:

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ٥﴾ (النساء:4:آیت:14)

''اور جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے (جیسے وراثت ہڑپ کرنا) اور اسکی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کرے اسے وہ (اللہ) ڈال دے گا جہنم میں، جس میں وہ رہے گا ہمیشہ ہمیش اور ان کے لئے رسواکن عذاب ہے۔''

اکثر مفسرین نے تو اپنے باطل نظریات کی آبیاری کیلئے، اس واضح حکم کی بھی کئی باطل توجیحات نکال لی ہیں، حالانکہ یہاں مکمل صراحت سے بات اس قدر واضح ہے کہ تاویل کی گنجائش نہیں۔یعنی جس کسی نے دیدہ دلیری سے ناحق مال وجائیداد ہتھیالیا (وراثت ہتھیالی) اور اسی پر بغیر ندامت وتوبہ مرگیا، تو اس پر ابدی عذاب کی وعید ہے۔لیکن جو اللہ کی بات ماننا ہی نہ چاہیں، بلکہ اپنی غلط روش پر قائم رہ قرآن کے منہ میں لقمہ دالنا چاہیں، ان کا تو دنیا میں کوئی حل نہیں۔تاہم کچھ لوگوں نے حق کو تسلیم کرنے کی ہمت بھی کی ہے، لہٰذا اس آیت کے تحت حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اسکی مقرر کی ہوئی حدوں سے آگے نکل جائے، اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ایسوں کیلئے اہانت کرنے والا عذاب ہے۔''

مزید لکھا:

''یعنی یہ فرائض اور یہ مقدار جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اور میت کے وارثوں کو انکی قرابت کی نزدیکی اور انکی حاجت کے مطابق جتنا دلوایا ہے، یہ سب اللہ ذوالکرم کی حدود ہیں۔تم ان حدوں کو نہ توڑو، نہ اس سے آگے بڑھو۔ جو شخص اللہ عزوجل کے ان احکام کو مان لے،کوئی حیلہ حوالہ کر کے کسی وارث کو کم وبیش دلوانے کی کوشش نہ کرے۔حکم الہٰ اور فریضہ الہٰ جوں کا توں بجالائے۔اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے ہمیشہ بہنے والی نہروں کی جنت میں داخل کرے گا۔یہ کامیاب،نصیب وراور مقصد کو پہنچنے والا اور مراد کو پانے والا ہوگا۔اور جو اللہ کے کسی حکم کو بدل دے (یا) کسی وارث کے ورثے کو کم وبیش کردے، رضائے الٰہی کو پیش نظر نہ رکھے بلکہ اس کے حکم کو رد کردے اور اسکے خلاف عمل کرے،تو وہ (درحقیقت) اللہ کی تقسیم کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا اور اسکے حکم کو عدل نہیں سمجھتا تو ایسا شخص ہمیشہ رہنے والی رسوائی اور اہانت والے دردناک اور ہیبت ناک عذابوں میں مبتلا رہے گا۔'' (تفسیر ابن کثیر)

اس آیت کے تحت مولانا مودودی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یہ ایک بڑی خوفناک آیت ہے جس میں ان لوگوں کو ہیشگی کے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانونِ وراثت کو تبدیل کریں یا ان دوسری قانونی حدوں کو توڑ دیں جو خدا نے اپنی کتاب میں واضح طور پر مقرر کردی ہیں۔لیکن سخت افسوس ہے کہ اس قدر سخت وعید کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں نے بالکل یہودیوں کی سی جسارت کے ساتھ خدا کے قانون کو بدلا اور اسکی حدوں کو توڑا۔'' (تفہیم القرآن)

یہاں مولانا صاحبؒ نے اس ابدی عذاب کا اطلاق قانونِ وراثت کو بدلنے اور اللہ کی حدوں کو توڑنے یعنی حق وراثت کو ہڑپ کرنے پر کیا ہے۔

(۵)۔ بخشش کا قرآنی ضابطہ: مذکورہ ضمن میں انسان کی دنیا و آخرت کی ابدی ہلاکت کے ضمن میں شیطان کی سب چالوں کو پروردگار نے مکمل طور پر کاٹ کر رکھ دیا ہے، پروردگار نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا o وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا o ﴾ (نساء:17-18)

''اللہ کے ہاں تو توبہ صرف ان لوگوں کیلئے ہے، جن سے گناہ سرزد ہو گیا جہالت میں، پھر اسکے فوراً بعد انہوں نے توبہ کر لی (یعنی گناہ کو چھوڑ دیا)۔ تو یہ ہیں وہ لوگ جن کی توبہ اللہ قبول کرے گا، اور اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے۔ اور ان لوگوں کی تو کوئی توبہ نہیں جو گناہوں پر کاربند رہتے ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے کسی کی موت کا وقت آتا ہے، تو وہ کہتا ہے میں بھی اب توبہ کرتا ہوں۔ اور نہ ان ہی لوگوں کی توبہ ہے جو حالت کفر میں مریں۔ یہ ہیں وہ لوگ کہ تیار کر رکھا ہے جن کیلئے ہم نے دردناک عذاب۔''

یہاں درج ذیل حقائق بیان کیے گئے ہیں:

i۔ جہالت کا معنی بے علمی اور ناواقفیت کے ساتھ ساتھ جذبات سے مغلوب ہو کر نافرمانی، گناہ کر بیٹھنا بھی ہے۔ لہٰذا حالات کی رَو میں، نفس وشیطان کے غلبے کے تحت انسان سے کبھی گناہ سرزد ہو سکتا ہے، جس پر اصرار کرنے کی بجائے فوراً اگلا دن چڑھنے سے پہلے پہلے توبہ کے ذریعے اصلاح کرنی ہوتی ہے۔

ii۔ جو لوگ یعنی مسلمان گناہوں پر کاربند رہیں، انکی اللہ کے ہاں کوئی توبہ قابل قبول نہیں ہوتی، جب تک گناہوں سے مکمل طور پر کنارہ کش نہ ہو جائیں۔

iii۔ تیسرے نمبر پر اہل کفار کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو حالت کفر میں مرا، اس کی بھی توبہ قابل قبول نہیں۔

iv۔ بوقت موت، جب انسان پر پردہ غیب آشکار ہو جاتا ہے، اس وقت انسان پر معافی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں پروردگار نے، مسلمانوں اور کافروں کا تذکرہ الگ الگ کر کے، ابلیس کی رخنہ اندازی

کے امکان کو مکمل طور پر ختم کر دیا ہے۔آیت کا مضمون اتنا واضح ہے کہ غلط تاویل کرنا بھی ممکن نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ میرے ہاں معافی صرف ان بندوں کیلئے ہے جو قصداً نہیں بلکہ نادانی (جہالت) کی بنا پر قصور کرتے ہیں،اور جب آنکھوں پر سے جہالت کا پردہ ہٹتا ہے تو شرمندہ ہوکر اپنے قصور کی معافی مانگ لیتے ہیں۔ایسے بندے جب بھی اپنی غلطی پر نادم ہوکر اپنے آقا کی طرف پلٹیں گے اس کا دروازہ کھلا پائیں گے۔مگر توبہ ان کے لئے نہیں ہے جو اپنے خدا سے بے خوف اور بے پروا ہوکر تمام عمر گناہ پر گناہ کئے چلے جائیں اور پھر عین اس وقت جبکہ موت کا فرشتہ سامنے کھڑا ہو معافی مانگنے لگیں۔اسی مضمون کو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ 'اللہ بندے کی توبہ بس اُسی وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ آثارِ موت شروع نہ ہوں'۔کیونکہ امتحان کی مہلت جب پوری ہوگئی اور کتابِ زندگی ختم ہوچکی تو اب پلٹنے کا کون سا موقع ہے۔اسی طرح جب کوئی شخص کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوجائے اور دوسری زندگی کی سرحد میں داخل ہوکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ معاملہ اسکے برعکس ہے جو وہ دنیا میں سمجھتا رہا تو اس وقت معافی مانگنے کا کوئی موقع نہیں۔'' (تفہیم القرآن)

اسی آیت کے تحت مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ نے لکھا:

''اللہ کے اوپر صرف ان لوگوں کی توبہ کا حق قائم ہوتا ہے جو جذبات سے مغلوب ہوکر کوئی برائی کر گزرتے ہیں پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔انہیں لوگوں کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے۔نہ وہ کسی بات سے بے خبر،نہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی۔پھر وہ ان لوگوں کی توبہ کی کوئی ذمہ داری اپنے اوپر کیوں لے گا جو جانتے بوجھتے ٹھنڈے دل سے گناہ بھی کئے جارہے ہیں اور توبہ کا وظیفہ بھی پڑھتے جارہے ہیں۔اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی توبہ نہیں ہے جو زندگی بھر تو گناہوں میں ڈوبے رہے،جب

دیکھا کہ موت سر پر آن کھڑی ہوئی تو بولے کہ اب میری توبہ! علیٰ ہذٰ القیاس کفر کی حالت میں مرنے والوں کی بھی توبہ نہیں ہے۔(تدبر قرآن)

پروردگار نے اپنے بخشش کے قانون کو مزید واضح کیا:

☆ ﴿وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی ۝﴾(طٰہٰ:82:20)

''یقیناً میں بخشنہار رہوں اسکے لئے جو تائب ہوجائے (یعنی گناہ سے پلٹ آئے)، اور ایمان لائے (یعنی بات تسلیم کرے) اور نیک اعمال اختیار کرے اور پھر اس ہدایت پر جم جائے۔''

یہاں بخشش کیلئے بڑی اہم چار شرائط بیان ہوئی ہیں:

(i)۔گناہوں سے تائب ہونا۔ (ii)۔ایمان لانا (یعنی بات کو تسلیم کرنا)، (iii)۔بُرے اعمال کی بجائے صالح اعمال اختیار کرنا، (iv)۔اور اعمال صالحہ پر جم جانا، کاربند ہوجانا۔

(٦)۔<u>ترک نماز پر وعید:</u> نماز کو ترک کردینے پر سخت وعیدیں نازل کی گئی:

﴿مُنِیۡبِیۡنَ اِلَیۡهِ وَ اتَّقُوۡهُ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ لَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝﴾

''اسی (اللہ) کی طرف رجوع کئے رہو اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو (تقویٰ و اقامت صلوٰۃ سے گریز کرکے) مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ۔''(سورہ روم:31)

قرآن مجید میں تارکِ نماز پر بخشش وشفاعت کا دروازہ بند کردیا گیا ہے، تفصیل کیلئے دیکھئے (سورۃ المدثر: آیت:۴۲ تا ۴۸)۔سورہ مدثر کی ان آیات کی وضاحت آگے شفاعت کے ضمن میں پیش کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بھی اسی بات کی تائید کی، فرمایا:

''آدمی اور شرک یا کفر کے درمیان حدفاصل ترکِ نماز ہے۔''(صحیح مسلم: رقم:82)

یعنی نماز کو زندگی سے نکال دینے پر مشرکین سے مماثلت دی گئی ہے۔

کبائر کو اختیار کرنے کے قرآنی قانون کی موید ان درجنوں روایات میں سے کس کس کی غلط تاویل سے ہم اپنے غلط نظریات کو ہوا دے کر لوگوں کی دنیا وآخرت برباد کریں گے.....؟

(۷)۔﴿ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا o﴾ (سورۃ الجن:72،آیت:23)

''البتہ (میرا کام) اللہ کی بات اور اسکے پیغامات لوگوں تک پہنچا دینا ہے، (اب) جو بھی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے گا، اسکے لئے جہنم کی آگ ہے، جس میں ایسے لوگ رہیں گے ہمیشہ ہمیش۔''

یعنی دیدہ دلیری سے اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی کی راہ اختیار کرنے اور تادم مرگ اسی پر قائم رہنے پر ابدی جہنم ہے جسے قرآن کی دیگر کئی آیات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اسی اسلوب کو بیان کیا گیا ہے، (سورہ آل عمران، آیت:32) میں بھی۔

مزید یہ کہ باہمی اختلافات میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کے سامنے اپنی سوچ کو سرنگوں کرنے کی بجائے، اپنی خواہشات، مفادات، فرقوں، دھڑوں، مسالک کی پیروی پر، پروردگار نے قسم کھا کر انسان کے ایمان کی نفی فرمادی ہے، ارشاد ہوا:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o﴾ (النساء:65)

''تیرے رب کی قسم لوگ اس وقت تک ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں پھر آپ کے فیصلوں پر دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے سر بسر تسلیم کرلیں۔''

بخشش کے متعلق یہی بنیادی غلط فہمی تھی جس کی بنا پر سابقہ اقوام، غلط نظریات اور بدعملی پر قائم رہنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، جیسا کہ پروردگار نے واضح کیا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَ غَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ o﴾ (سورہ آل عمران:3: آیت:24)

”یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں تو نہیں چھوئے گی آگ مگر گنتی کے چند دن۔ ان کی گھڑی گھڑائی باتوں نے انہیں انکے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔“

جبکہ پروردگار نے انسانیت پر واضح کر دیا کہ جس پر دوزخ کی دفعہ لگ گئی، اسے تو تمام انبیاء علیہم السلام میں سے سب سے افضل پیغمبر ﷺ بھی دوزخ سے نہیں بچائیں گے، ارشاد ہوا:

﴿اَفَمَنۡ حَقَّ عَلَیۡہِ کَلِمَۃُ الۡعَذَابِ اَفَاَنۡتَ تُنۡقِذُ مَنۡ فِی النَّارِ ۚ﴾ (الزمر۔آیت:19)

”(اَے نبی!) اس شخص کو کون بچا سکتا ہے جس پر عذاب کا فیصلہ صادر ہو چکا ہو، کیا آپ اُسے چھڑا سکتے ہیں جو گر چکا ہو آتش دوزخ میں۔“

اس آیت کے تحت مولانا مودودی صاحبؒ لکھتے ہیں:

”یعنی جس نے اپنے آپ کو خدا کے عذاب کا مستحق بنالیا ہو اور اللہ نے فیصلہ کر لیا ہو کہ اسے اب سزا دینی ہے۔“ (تفہیم القرآن)

الحمدللہ مذکورہ عالمگیر غلط فہمی جس کی لپیٹ میں الا ماشاء اللہ امت مسلمہ آ چکی ہے، اللہ کی آیات سے مکمل طور پر واضح کر دی گئی ہے، جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن جس نے نہیں ماننا، اسکا کوئی علاج نہیں۔

فرامین رسول ﷺ سے رہنمائی

قرآن مجید سے مذکورہ عالمگیر غلط فہمی کے تبین کے بعد اب ہم فرامین رسول ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ جہاں تک قرآن مجید کا معاملہ ہے، پورے قرآن میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جس سے مذکورہ حقیقت کے سوا کوئی دوسری بات موجود ہو۔ لیکن محض سند کی بنا پر ثابت ہونے والی روایات میں دونوں قسم کی روایات موجود ہیں۔ یعنی قرآنی ضابطے کے عین مطابق بھی اور اسکے برعکس بھی اَن گنت روایات موجود ہیں، جن کے مطابق نہ قرآن کا نکتہ نظر اپنی جگہ پر قائم رہ پاتا ہے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے قرآن کے موید فرامین ہی۔ نبی کریم ﷺ سے تو ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا، ظاہر ہے

بات راویوں پر ہی جاتی ہے جو غیر معصوم ہیں ،یعنی انہیں بیان میں خطا لگ سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے قرآنی ضابطے کی تبین پر چند فرامین ملاحظہ فرمائیں:

بنیادی اُصول

توبہ کی قبولیت اور بخشش کے حوالے سے آیات: (سورہ نساء: 17-18 ، سورہ طٰہٰ: 20: آیت:82،اورسورہ البقرہ آیت:80-82) سمیت دیگر بے شمار آیات کی روشنی میں قرآنی ضابطہ کہ نادانی میں گناہ ہوجانے پر فوراً پلٹ آنے ،گناہ کو ترک کر کے اصلاح کر لینے اور درست راہ پر گامزن ہونے سے پروردگار معاف فرما دیتا ہے۔لیکن دانستہ طور پر دیدہ دلیری سے کبیرہ جرائم کو اختیار کرنے پر انسان ایمان سے دور ہوجاتا ہے،اوراسی حالت میں بغیر توبہ واصلاح مرنے پر جہنم کی ابدی سزا کی وعیدوں کی زَد میں آجاتا ہے۔ یہ قانون درج ذیل حدیث سے بھی واضح ہوجاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن (یعنی صاحب ایمان) نہیں ہوتا،شراب پینے والا جب شراب نوشی کرتا ہے تو وہ صاحب ایمان نہیں رہتا،اور جو چور جس وقت چوری کرتا ہے،اس وقت مومن نہیں ہوتا۔اورلُوٹنے والا جب کوئی ایسی چیز لُوٹتا ہے جس کی طرف لوگ آنکھ کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔'' (بخاری،رقم:2475)

معلوم ہوا کہ اگر تو کوئی گناہ کے بعد اصلاح کر کے، پلٹ آتا ہے تو وہ تو ایمان پر واپس آجائے گا۔لیکن جس نے دیدہ دلیری سے کسی بڑے گناہ کو اختیار کرلیا ہو تو وہ حالت ایمان پر کیسے رہ سکتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں، جب انسان درست راہ پر آکر بار بار غلط راہ پر گامزن ہوتا جاتا ہے،تو پھر برائیوں سے زنگ آلود ہونے کی بنا پر دل سخت ہوجاتا ہے اور پلٹنے کی توفیق سلب ہونے کا امکان بھی بہت بڑھ جاتا ہے۔یہی دھوکہ ہے جس پر شیطان لا کر اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا ہے۔

کبائر کے ارتکاب کے نتیجے میں بغیر توبہ فوت ہونے پر ابدی جہنم کے قرآنی ضابطے کے حوالے سے چند احادیث ملاحظہ کریں:

(۱)۔ جھوٹی قسم کے ذریعے کسی کا حق غصب کرنے پر جہنم واجب اور جنت کا حرام ہونا:

''جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق قسم کے ذریعے سے قطع کرلیا (ناحق لے لیا) یقیناً اللہ نے اس پر جہنم کی آگ واجب اور جنت حرام فرما دی۔ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول چاہے وہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا: اگر چہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی ہو۔''

(مسلم،الایمان،رقم:137)

جنت حرام ہونے کا مطلب ہے، جنت میں داخلے کا امکان ختم ہوگیا۔

(۲)۔ ''جو شخص وارث کو میراث سے محروم کردے گا تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اسکو جنت کی میراث سے محروم کردے گا۔'' (ابن ماجہ:2703)

یعنی وراثت ہتھیانے والوں کی نہ بخشش ہوگی اور نہ شفاعت۔

(۳)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لایدخل الجنة قاطع))۔''رشتے قطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔(بخاری،رقم::5984،مسلم:18)

یہاں یہ عمومی قانون بیان کردیا گیا ہے کہ رشتے داری کو قطع کرنے والا یعنی جس نے رشتوں کو کاٹنا زندگی کا منشور بنالیا ہو وہ بھی جنت میں داخل نہ ہوسکے گا۔یعنی جنت سے محرومی کی یہ وعید بھی شرک پر نہیں بلکہ محض رشتے داری کاٹنے پر ہے۔

(۴)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص مسلمانوں کا حاکم بنایا گیا اور اس نے ان کے معاملے میں خیانت کی اور اسی حالت میں (یعنی بغیر توبہ واصلاح) مرگیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کردیتا ہے۔(صحیح بخاری،رقم:7151)

کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ جنت تو صرف کفر اور شرک پر حرام ہوتی ہے۔لہٰذا مذکورہ جرم پر حرام کیوں کی گئی ہے...؟

(۵)۔ ((لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر))(مسلم،الایمان،رقم:91)

''وہ جنت میں داخل نہ ہوسکے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔''

تکبر سے مراد حق بات کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔کیا اس بات کی یہ تاویل کی جائے گی کہ متکبر جنت میں داخل ہو جائے گا....؟

(٦)۔نسب کی تبدیلی پر جنت حرام: نبی کریم ﷺ نے جانتے بوجھتے دانستہ نسب تبدیل کرنے والے پر جنت حرام فرمادی:

''جس نے اسلام میں اپنے آپ کو کسی اور باپ سے منسوب کیا، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اسکا باپ نہیں ہے، تو اس پر جنت حرام ہے۔'' (بخاری و مسلم)

مزید یہ کہ اس فعل پر آپ ﷺ نے کفر کی وعید یوں نازل فرمائی:

''جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کرتا ہے تو وہ کفر کرتا ہے، اور جو شخص کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرتا جو اسکی ملکیت میں نہ ہو تو وہ ہم سے نہیں ہے اور اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔'' (مسند احمد: رقم: 21465، سندہ صحیح علیٰ شرط بخاری و مسلم)

(٧)۔ کبائر پر جنت حرام: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

☆ ''والدین کا نافرمان، قمار، احسان جتلانے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (دارمی، رقم: 3653، سندہ حسن)

☆ ''جس شخص کی موت اس حالت میں واقع ہوئی کہ وہ شرابی تھا اور اس پر مداومت تھی (یعنی مرتے دم تک شراب پیتا رہا) تو ایسا شخص آخرت میں پاکیزہ شراب ''شراباً طهورا'' سے محروم کر دیا جائے گا (یعنی جنت میں داخل نہ ہوگا)۔'' (ابوداؤد، رقم: 3679)

☆ ''ایک دفعہ شراب پینے سے چالیس راتیں، اللہ ناراض رہتا ہے اور اگر اسی حالت (یعنی شراب پر قائم رہا یا توبہ نہ کی) پر مرا تو وہ کفر کی موت مرا۔ اور اگر دوبارہ شراب پی تو اسے اللہ تعالیٰ ''طینۃ الخبال'' یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائے گا۔'' (مسند احمد، رقم: 27475، سندہ حسن)

(٨)۔مال و جائیداد میں حق تلفی پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تم میں سے کسی کو بھی قیامت کے دن اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری

لدی ہوئی ہواور وہ چلا رہی ہو یا اسکی گردن پر گھوڑ الدا ہوا ہواور وہ چلا رہا ہواور وہ شخص مجھ سے کہے کہ: ((**یا رسول اللہ اغثنی**)) اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد فرمایئے ،((**فا قول لا املک لک شیئاً، قد ابلغتک**)) تو میں کہ دوں گا کہ میں تمھاری کوئی مدد نہیں کرسکتا، میں تو اللہ کا پیغام تم تک پہنچا چکا۔'' (صحیح بخاری:3073، مسلم)

(۹)۔ ''جب خیبر والا دن ہوا (یعنی جنگ خیبر ہوئی) تو اصحاب رسول میں سے کچھ آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ فلاں شخص شہید ہے اور فلاں شہید ہے، حتیٰ کہ ایک آدمی کے پاس سے وہ گزرے تو کہا: فلاں بھی شہید ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں، میں نے ایک چادر کی وجہ سے، جو اس نے چرائی تھی، اسے جہنم میں دیکھا ہے۔'' (مسلم، الایمان، رقم:114)

(۱۰)۔ <u>ترک نماز پر وعید:</u> نماز کو ترک کر دینے پر سخت وعیدیں نازل کی گئی:

﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝﴾

''اسی (اللہ) کی طرف رجوع کئے رہو اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو (تقویٰ و اقامت صلوٰۃ سے گریز کر کے) مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔'' (سورہ روم:31)

قرآن مجید میں تارکِ نماز پر بخشش وشفاعت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے، تفصیل کیلئے دیکھئے (سورۃ المدثر: ۴۲ تا ۴۸)۔ سورہ مدثر کی ان آیات کی وضاحت آگے شفاعت کے ضمن میں پیش کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بھی اسی بات کی تائید کی، فرمایا:

''آدمی اور شرک یا کفر کے درمیان حد فاصل ترکِ نماز ہے۔'' (صحیح مسلم:رقم:82)

یعنی نماز کو زندگی سے نکال دینے پر مشرکین سے مماثلت دی گئی ہے۔

کبائر کو اختیار کرنے کے قرآنی قانون کی موید اِن درجنوں روایات میں سے کس کس کی غلط تاویل سے ہم اپنے غلط نظریات کو ہوا دے کر لوگوں کی دنیا و آخرت برباد کریں گے.....؟

دیگر روایات

محکم آیات کی روشنی میں واضح قرآنی ضابطے اور اسکی تائید میں پیش کی گئیں کئی روایات سے ہٹ کر

بہت سی دیگر روایات بھی ہیں جن سے نہ تو قرآنی احکامات اپنی جگہ پر قائم رہ پاتے ہیں اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے قرآن کے موید پیچھے بیان کردہ فرامین ہی۔ درایت و متن (یعنی قرآنی احکامات اور قرآن کے موید سنت مصطفیٰ ﷺ) کو خیر باد کہنے اور بلا تطبیق ایسی روایات کو حتمی معیار بنا کر بخشش وشفاعت کے غلط تصور کی خوش فہمی میں مبتلا ہو جانا، مسلمانوں کے اخلاقی زوال اور بدعملی کی بنیادی وجہ ہے۔ اسی بنا پر ابلیس نے مسلمانوں کی دنیا اور آخرت دونوں تاریک کی ہیں۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ قرآنی ضابطہ سے ہٹ کر بات کریں، ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا، ظاہر ہے ، بات راویوں پر ہی جاتی ہے۔ غلط راوی بھی سند کے فلٹر کو پاس کر سکتے ہیں اور سچے راویوں کو بھی خطا لگ سکتی ہے، کیونکہ وہ معصوم نہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس قسم کی روایات پر کلام نبی کریم ﷺ کی بات پر کلام نہیں (نعوذ باللہ آپ ﷺ کی بات پر کلام کرنے کا تو کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم آپ ﷺ کے فرمان پر کلام کریں) بلکہ متن و درایت کے اصولوں کی روشنی میں راویوں پر کلام ہے، جو کہ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار سے چلتا آ رہا ہے، تا کہ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ منسوب کرنے سے بچا جا سکے۔ جسکی بنیاد امام ابوحنیفہؒ نے اسوہ صحابہؓ کی روشنی میں رکھی۔ لیکن افسوس کہ امت امام مالکؒ کے بعد اس عظیم اُصول کو صحیح معنوں میں روا نہ رکھ سکی، اور محض سند پر ہی اکتفا کر لیا، جیسا کہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے نشاندہی کی:

> ''اصولِ درایت کو اصول حدیث میں شامل تو کر لیا گیا، لیکن ارباب روایت نے اسے بہت کم برتا اور آج ان گنت روایتیں درایت کے خلاف قبول عام ہیں۔''

(علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان)

چونکہ درایت و متن کے اس عظیم اُصول کو دوسری صدی ہجری کے بعد سے (الا ماشاءاللہ) چھوڑا جا چکا ہے۔ اس کو چھوڑے ہوئے چونکہ صدیاں بیت چکی ہیں، اسلئے اب ایسی بات سننے کیلئے الا ماشاءاللہ کوئی آمادہ ہی نہیں ہو پاتا۔ اور قرآن کی صراحت پر مبنی درجنوں محکم آیات اور پیارے رسول ﷺ کے قرآن کے موید درجنوں فرامین کے ہوتے ہوئے بھی، برعکس آنے والی روایات کی قرآن اور سنت

متواترہ کے تحت تاویل کرنے کی بجائے، دیگر روایات کو حتمی مان کر قرآن اور سنت متواترہ کو ایسی روایات کے تابع کیا جاتا ہے۔

قابل غور! یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ فقہائے احناف اور مالکیہ نے درایت ومتن کے تحت سند کے اعتبار سے صحیح ثابت ہونے والی متعدد روایات پر کلام کیا ہے۔ چونکہ فقہاء کی زیادہ توجہ فقہی نوعیت کے مسائل پر مرکوز رہتی ہے، اسلئے انہوں نے عقائد ونظریات کی بجائے زیادہ تر فقہی مسائل پر مبنی روایات پر ہی کلام کیا ہے۔

اب بخشش وشفاعت کے قرآنی ضابطے سے ہٹ کر آنے والی چند روایات پیش خدمت ہیں:

اہم نوٹ: یہ بات ذہن نشین رہے کہ درج ذیل روایات پر کلام نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ کی بات پر کلام نہیں۔ آپ ﷺ کی بات پر کلام کرنے کا تو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ بلکہ اُصول درایت کی روشنی میں روایت کی اسناد میں موجود راویوں پر کلام ہے کہ ضابطہ قرآن اور سنت رسول ﷺ اپنی جگہ پر قائم رہ سکے۔

کبائر کے مرتکبین کی بخشش: کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے شفاعت سے بخشے جائیں گے، چنانچہ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**قال رسول اللہ ﷺ ،شفاعتی لاھل الکبائر من امتی**)) (ترمذی، صفۃ القیامہ، رقم:2435، ابوداؤد، مسند احمد، ابن حبان، ابویعلی، مستدرک للحاکم، ابن کثیر فی تفسیر القرآن، اسنادہ صحیح علیٰ شرط الشیخین)

''میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کیلئے ہے، جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔''

بلا تطبیق اس روایت کے ظاہری مفہوم کو حتمی سمجھنے سے قرآن مجید اور اسکے موید نبی کریم ﷺ کے فرامین کی بنیاد پر کھڑا ہونے والا ضابطہ ہی مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے کہ شفاعت تو ہے ہی کبائر کے مرتکبین کیلئے۔ کبائر کے مرتکبین یعنی جو کبائر کے ارتکاب پر فوت ہوں گے، انکی معافی بروز قیامت شفاعت کے ذریعے سے ہو جائے گی۔ لہٰذا اس صورت حال میں اہل اسلام کی بدترین اخلاقی گراوٹ اور بدعملی کو کیسے روکا جا سکتا ہے؟ جب ہر شخص کا یہ عقیدہ بن جائے کہ جتنے مرضی گناہ کرلوں، میں نے شفاعت سے بخشے ہی جانا ہے (جو کہ یہود ونصاریٰ کا عقیدہ تھا، جس کی پروردگار نے قرآن میں تردید

کی)،تو پھر لوٹ مار، فساد، چوری، ڈاکہ، قتل وغارت، بدکاری، بے حیائی ...... جیسے جرائم سے معاشرہ کیسے نجات پاسکتا ہے۔؟

نوٹ: اگر اس کا یہ مطلب لیا جاتا کہ زندگی میں کسی سے کوئی کبیرہ گناہ ہوا، اس پر تائب ہو کر اصلاح کرلی تو بخشش ہو جائے گی۔ یا یہ تاویل کرلی جاتی کہ نادانی وجہالت میں گناہ ہوئے اور پھر ان پر ندامت ہوئی، انہیں چھوڑ دیا تو بروز قیامت بھی معافی کا امکان نکل سکتا ہے۔لیکن دیدہ دلیری سے کبائر کو اختیار کرلیا اور اسی پر موت آئی، اس صورت حال میں قرآن وسنت کے درجنوں دلائل کی رو سے معافی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

ہمارے غلط زُعم کی طرح، پروردگار نے مشرکین مکہ کے غلط زُعم کی دوٹوک الفاظ میں یوں تردید کی:

﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ؕ﴾ (سورۃ القلم:68: آیت:35)

''کیا ہم (بروز قیامت) مسلمین (یعنی حق تسلیم کرنے اور عمل پیرا ہونے والوں) کو مجرمین (یعنی جرائم کا ارتکاب کرنے) والوں کے برابر کردیں گے۔؟''

مزید فرمایا:

﴿اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ۙ وَ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ ۚ﴾ (الانفطار:82:13-14)

''یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش آرام اور) نعمتوں میں ہوں گے اور بلاشبہ بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔''

تاہم شفاعت کا جائز تصور تو درست ہے، لیکن شفاعت کے مذکورہ تصور کی تو قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کے اپنے صریح فرامین میں بھی دور دور تک کوئی گنجائش موجود نہیں، حقیقت حال سے آگاہی کیلئے قرآن وسنت سے چند دلائل ملاحظہ کریں:

شفاعت کے غلط تصور کی پروردگار نے دوٹوک الفاظ میں یوں تردید کی:

☆ ﴿ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّ لَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّ لَا تَنۡفَعُهَا

شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ o﴾(سورۃ البقرہ:2:123)

’’ڈر جاؤ اس دن سے جس دن کوئی نفس کسی کے کچھ کام نہ آئے گا، نہ اس سے کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا، اور نہ ہی شفاعت اسے کوئی فائدہ دے گی اور نہ ہی وہ مدد کیئے جائیں گے۔‘‘

مفسرین اس قسم کی آیات کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ آیات ہمارے لئے نہیں بلکہ کفار کیلئے ہیں۔ جبکہ اگلی آیت میں اس شیطانی وسوسے کو بھی کاٹ دیا گیا ہے۔ خالق نے اہل ایمان کو تنبیہ کی:

☆ ﴿ **يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ o**﴾(سورۃ البقرہ:2: آیت:254)

’’اے اہل ایمان! خرچ کرلو اس میں سے جو تمھیں رزق دیا گیا اس سے قبل کہ وہ دن آجائے جس دن نہ کوئی سودے بازی ہوگی، اور نہ ہی کوئی دوستی کام آئے گی اور نہ ہی شفاعت اور ظالم درحقیقت وہی ہیں جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں۔‘‘

یہاں پروردگار نے تین باتوں کی مکمل نفی فرمادی ہے کہ، بروز قیامت:

(۱)۔ کوئی سودے بازی نہیں ہوگی یعنی باہم نیکیوں اور گناہوں کی تقسیم کرنا ممکن نہ ہوگا، (۲)۔ بخشش اعمال کی بنیاد پر ہوگی نہ کہ دوستی یاری کی بنیاد پر، (۳)۔ شفاعت کسی کام نہ آئے گی۔

اس آیت کے تحت مولانا مودودی صاحبؒ لکھتے ہیں:

’’یہاں کفر کی روش اختیار کرنے والوں سے مراد یا تو وہ لوگ ہیں جو خدا کے حکم کی اطاعت سے انکار کریں اور اپنے مال اسکی خوشنودی سے عزیز تر رکھیں۔ یا وہ لوگ جو اس دن پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں جس کے آنے کا خوف دلایا گیا ہے۔ یا پھر وہ لوگ جو اس خیالِ خام میں مبتلا ہوں کہ آخرت میں انہیں کسی نہ کسی طرح نجات خرید لینے کا اور دوستی و سفارش سے کام نکال لے جانے کا موقع حاصل ہو ہی جائے گا۔‘‘(تفہیم القرآن)

☆ شفاعت کی نفی: درج ذیل کبائر کو اختیار کر کے بغیر توبہ واصلاح انہیں پر مرجانے پر شفاعت کی

نفی کردی گئی۔اہل دوزخ سے دوزخ میں جانے کی وجہ پوچھی جائے گی تو وہ جواب دیں گے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ٥ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ٥ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ٥ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ٥ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ٥ حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ ٥ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ٥﴾ (سورۃ المدثر:74:42-48)

''کس چیز نے تمہیں دوزخ میں ڈالا؟ وہ جواب دیں گے کہ: ہم نمازی نہ تھے، نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے،اور کٹ حجتیاں کرتے تھے کٹ حجتیاں کرنے والوں کے ساتھ اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ آ گئی ہمیں موت۔ سو نہ فائدہ پہنچائے گی انہیں اب شفاعت، شفاعت کرنے والوں کی۔''

یعنی نماز کو ترک کر دینا، جہاں انفاق کرنا ناگزیر ہو وہاں بھی خرچ نہ کرنا جیسے روٹی سے محروم بھوکے مساکین کو روٹی کھلانے کی رغبت نہ ہونا، دین میں کٹ حجتیوں، کٹ بحثوں، تمسخر اور ناشائستہ فضول گپ شپ میں وقت کو برباد کرنے اور روزِ جزا کو جھٹلانے پر شفاعت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ طرزِ عمل وہی اختیار کر سکتا ہے جسے اخروی محاسبے کا خوف نہ ہو۔اس طرز عمل پر رہنا ہی درحقیقت روز جزا کو جھٹلانا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یعنی ایسے لوگ جنہوں نے مرتے دم تک یہ روش اختیار کئے رکھی ہوانکے حق میں اگر کوئی شفاعت کرنے والا شفاعت کرے بھی تو اسے معافی نہیں مل سکتی۔'' (تفہیم القرآن)

مذکورہ حوالے سے نبی کریم ﷺ کو مخاطب فرما کر باطل نظریات کی جڑ کاٹ دی گئی ہے، فرمایا:

☆ ﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ٥﴾ (الزمر۔آیت:19)

''(اے نبی!) اس شخص کو کون بچا سکتا ہے جس پر عذاب کا فیصلہ صادر ہو چکا ہو، کیا آپ اُسے بچا سکتے ہیں جو آگ میں گر چکا ہو؟''۔

☆ ﴿ قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا o قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا o اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا o ﴾ (الجن:21-23)

''(اے نبی) فرما دیجئے نہیں اختیار رکھتا میں تمھارے لئے کسی نقصان کا اور نہ کسی بھلائی کا۔ ہرگز نہیں بچا سکتا اللہ کی گرفت سے مجھے کوئی اور، ہرگز نہیں پاتا میں اسکے سوا کوئی جائے پناہ۔ مگر میرا کام نہیں سوائے اسکے کہ پہنچاؤں بات اللہ کی طرف سے اور اسکے پیغامات۔ تو جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اسکے رسول کی تو یقیناً ہے اسکے لئے جہنم کی آگ جس میں رہے گا ہمیشہ ہمیش۔''

قابل غور! یہاں شفاعت کی بابت قرآن کے بیان کردہ نظریات کے خلاف غلط نظریات رکھنے والوں پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کا فتویٰ صادر کیا گیا ہے۔ یعنی رسول ﷺ کی پیروی کی اولین بنیاد قرآن حکیم ہے۔

اگر کوئی سوچے تو اس آیت کریمہ میں شیطان سے بچنے کی پوری رہنمائی موجود ہے۔

<u>کفار کا ردعمل:</u> شرک سمیت شفاعت کی بابت غلط نظریات کی ہلاکت سے انسانیت کو بچانے کیلئے پروردگار کی اس سختی پر کفار نے حقیقت تسلیم کر کے اپنی اصلاح کرنے کی بجائے اپنا ردعمل یوں ظاہر کیا:

﴿ وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ ھٰذَآ اَوْ بَدِّلْہُ قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ o ﴾ (یونس:15)

''اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر روشن آیات، تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہیں ہمیں ملنے کی امید نہیں کہ لاؤ کوئی اور قرآن یا اس میں کچھ تبدیلی (نرمی) پیدا کرو۔ (اے نبی) ان پر واضح کر دیجئے کہ نہیں ہے یہ میرا اختیار کہ میں اس میں تبدیلی پیدا کر دوں اپنی طرف

سے۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ بے شک اگر (بالفرض) میں بھی اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے خود بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔''

اس ضمن میں قرآن کے موید نبی کریم ﷺ کے چند فرامین بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔ آپ ﷺ نے اپنی عظیم بیٹی سیدہ فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا سمیت اپنے خاندان کو متنبہ فرمایا:

''قریش کی جماعت اپنی جانوں کو بچاؤ، میں اللہ کے ہاں تمھارے کچھ کام نہیں آؤں گا، بنو عبد مناف! میں اللہ کے ہاں تمھارے کچھ کام نہیں آؤں گا، عباس بن عبد المطلب! میں اللہ کے ہاں تمھارے کچھ کام نہیں آؤں گا، رسول اللہ (ﷺ) کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے ہاں تمھارے کچھ کام نہیں آؤں گا، فاطمہ بنت محمد! (ﷺ) میرے مال میں سے جو چاہو لے لو، میں اللہ کے ہاں تمھارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔'' (بخاری، کتاب الوصایا، مسلم۔۵۰۱)۔

یہ وسوسہ کہ قرآن کی شفاعت پر تردید وسختی صرف کفار کیلئے ہے، یہاں ختم ہوگیا ہے کیونکہ جنہیں پیارے رسول ﷺ متنبہ فرما رہے ہیں وہ تو آل رسول ﷺ ہیں۔

(۲)۔ <u>معیار تقویٰ ہے نہ کہ حسب ونصب:</u> بغیر تقویٰ کے حسب ونسب اور تعلق داریاں کسی کام نہ آئیں گی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس کو اسکا عمل پیچھے چھوڑ گیا اسکا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکے گا۔'' (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا)

(۳)۔ <u>اہل بدعت کی شفاعت سے محرومی:</u> شفاعت تو دور کی بات ہے بروزِ قیامت نبی کریم ﷺ بدعتیوں سے شدید بیزاری کرتے ہوئے انہیں حوض کوثر کے پانی سے بھی محروم کردیں گے۔

(بخاری رقم:6583: مسلم:2290)

(۴)۔ <u>حقوق العباد میں حق تلفی پر شفارش نہ ہوگی:</u> بروز قیامت حقوق العباد میں حق تلفی کرنے والوں کی شفارش سے نبی کریم ﷺ اعلان برائت کردیں گے۔

- جانور ہتھیانے پرشفارش سے اعلان برائت دیکھئے:(صحیح بخاری:3073،مسلم)
- رشتے داری کاٹنے والے کا جنت میں داخلہ بند، دیکھئے:(بخاری،رقم::5984،مسلم:18) یعنی نہ بخشش ہوگی اور نہ شفاعت۔
- ''جو شخص وارث کو میراث سے محروم کردے گا تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اسکو جنت کی میراث سے محروم کردے گا۔''(ابن ماجہ:2703)

یعنی وراثت ہتھیانے والوں کی نہ بخشش ہوگی اور نہ شفاعت۔

- حکمرانوں کا خیانت کرنے اور اسی حالت یعنی خیانت پر ہی مرجانے پر جنت کا حرام ہو جانا۔

(صحیح بخاری،رقم:7151)

- درج ذیل روایت کی روشنی میں جھوٹی قسم کے ذریعے کسی کا حق غصب کرنے پر جہنم واجب اور جنت حرام ہوجائے گی ،یعنی نہ بخشش ہوگی اور نہ ہی شفاعت۔

''جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق قسم کے ذریعے سے قطع کرلیا(ناحق لے لیا) یقیناً اللہ نے اس پر جہنم کی آگ واجب اور جنت حرام فرمادی۔ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول چاہے وہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا:اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی ہو۔''

(مسلم،الایمان:137)

جنت حرام ہونے کا مطلب ہے، جنت میں داخلے کا امکان ختم ہوگیا۔

(۵)۔متکبرین کی نہ بخشش، نہ سفارش، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر))(مسلم،الایمان،رقم:91)

''وہ جنت میں داخل نہ ہوسکے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔''

تکبر سے مراد حق بات کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

امید ہے بات واضح ہوچکی ہوگی۔

شفاعت کے ضمن میں تفصیلی رہنمائی کیلئے دیکھیے ہماری تحریر:(ظلم عظیم پر جامع رہنمائی، باب۴)

برعکس روایات

کبائر کو دیدہ دلیری سے دانستہ اختیار کرنے پر ابدی سزا کے حوالے سے قرآن حکیم کی محکم آیات اور بہت سی احادیث آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ مذکورہ حقیقت کے حوالے سے پورے قرآن میں ایک آیت بھی موجود نہیں جس میں اس سے ہٹ کر کوئی اور بات بیان ہوئی ہو۔لیکن پیچھے بیان کردہ روایات کے برعکس کبائر کے ارتکاب پر بخشش پر بھی بہت سی دیگر روایات بھی ہیں ،جنہیں امام ابوحنیفہؒ کے اُصول درایت کوملحوظ رکھتے ہوئے ،قرآن حکیم اوراس مضمون میں پیش کی گئی دیگر روایات کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت ہے تا کہ صحیح نتیجہ اخذ کیا جاسکے،تا کہ کبائر کی دلدل میں ڈوبنے سے بچا جاسکے۔حقیقت حال سے آگاہی کیلئے چندروایات ملاحظہ کریں:

(ا)۔خلوص کے ساتھ محض ’’لاالہٰ الا اللہ‘‘ پڑھنے پردوزخ کےحرام ہونے کی خوشخبری:

’’حضرت محمود بن ربیعؓ روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت عتبان بن مالکؓ کے گھر تشریف آوری کے دوران ابن دخشن (جسکی منافقین کے ساتھ دوستی اور انہی کے ہم رکاب رہنے کی وجہ سے دیگر صحابہؓ نے اسے منافق قرار دیا تھا) کے متعلق خلوص سے (لاالٰہ الا اللہ) پڑھنے کی وجہ سے دوزخ کے اس پرحرام ہونے کی خبر دی۔اورفرمایا: (**ان اللہ قد حرم علی النار من قال لاالٰہ الا اللہ یبتغی بذٰلک وجہ اللہ..**)۔(جس شخص نے اللہ کی رضا کی خاطر لاالٰہ الا اللہ پڑھ لیا،اس پر اللہ نے دوزخ کو حرام کردیا)....‘‘(بخاری،رقم:425)

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے جب یہ واقعہ سنا تو صاف انکار کردیا اور فرمایا:

(**واللہ ما اظن رسول اللہ قال ماقلت قط**) (بخاری،کتاب التہجد،رقم:1186)

’’اللہ کی قسم میرا رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہرگز یہ خیال نہیں کہ آپ ﷺ نے ایسے کلمات

فرمائے ہوں گے جو تم نے آپ ﷺ کی طرف منسوب کیے ہیں۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ گنہگار موحدین جہنم میں نہیں جائیں گے۔ حالانکہ یہ بات بہت سی آیات اور مشہور احادیث کے خلاف ہے۔ (فتح الباری، دمشق، مکتبۃ الغزالی، ج۔۳، ص۔۲۶)

یعنی سند درست ہونے کے باوجود درایت و متن ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے مذکورہ خبر کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کیونکہ اگر اس خبر کو درست مان لیا جائے تو قرآن حکیم اور سنت متواترہ کے کبائر کے متعلق اُصولوں کا وجود ہی بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

(۲)۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابن آدم اگر تُو زمین بھر گناہ میرے پاس لے کر آئے اور اس حال میں مجھے ملے کہ میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو، میں تجھے (ان گناہوں کے) بقدر بخشش عطا کروں گا (یعنی زمین بھر گناہوں کی طرح عظیم بخشش عطا ہو گی)۔''

(سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم: 3147، ترمذی، مسند احمد، دارمی)

(۳)۔ ''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ خوشخبری دے کر بھیجا کہ جس کسی کو ملوں جو یقین کے ساتھ (لا الہ الا اللہ) کی شہادت دیتا ہو اسے جنت کی بشارت دے دوں۔ (راستے میں انکی ملاقات سیدنا عمرؓ سے ہوئی) سیدنا عمرؓ نے (یہ نوید سن کر) میرے سینے پر اپنے ہاتھ سے ایک ضرب لگائی، جس سے میں اپنی سرینوں کے بل گر پڑا اور انہوں نے کہا: اے ابو ہریرہؓ پیچھے لوٹو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حالت میں واپس آیا کہ مجھے رونا آ رہا تھا اور عمرؓ میرے پیچھے لگ کر چلتے آئے، تو اچانک میرے عقب سے نمودار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا: اے ابو ہریرہ تمھیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کی، میں عمرؓ سے ملا اور آپ ﷺ نے جو پیغام مجھے دے کر بھیجا تھا میں نے انہیں بتلایا، تو انہوں نے

میرے سینے پر ضرب لگائی ہے۔...... آپ ﷺ نے پوچھا اے عمر اسکا سبب کیا ہے؟ آپؓ نے عرض کی، اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں........ ایسا نہ کیجئے (یعنی مذکورہ بشارت نہ دیں)، مجھے ڈر ہے کہ لوگ بس اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے، انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو ان کو چھوڑ دو۔''

(مسلم شریف، رقم: 31)

باقی دلائل سے صرف نظر کرنے اور صرف اس قسم کی روایات کو بنیاد بنانے والے بے عملی اور اللہ کی نافرمانی پر مطمئن ہو جاتے ہیں (جس کا میں کئی لوگوں میں مشاہدہ بھی کر چکا ہوں)۔ مزید یہ کہ اوپر بیان کردہ روایت میں مقام نبوت پر بھی حرف آتا ہے۔ یعنی اس روایت کے مطابق مذکورہ خطرہ، آپ ﷺ پر واضح نہ ہو سکا بلکہ سیدنا عمرؓ پر واضح ہوا، جن کے آگاہ کرنے سے آپ ﷺ نے فیصلہ ترک کیا۔ حالانکہ نبی دینی امور کے حوالے سے براہ راست خالق کی رہنمائی کے زیر اثر ہوتا ہے اور نبوت کا اپنا خاص مقام و منصب ہے، جس تک غیر نبی کی رسائی ممکن نہیں۔

(۴)۔ درج ذیل روایات بھی کبائر کے مرتکبین کیلئے بہت بڑا سہارہ ہیں۔ حالانکہ امام بوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے خبر واحد کو قطعی کی بجائے ظنی قرار دیا اور محض سند کی بجائے درایت و متن کو ناگزیر قرار دیا تھا۔ لیکن اسکے باوجود بھی محض سند کی بنا پر ان روایات کو قطعی دلیل بنایا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ''لا الہ الا اللہ'' کو مان لیا، پھر اسی پر مرا تو وہ جنت میں جائے گا..... چاہے اس نے چوری کی ہو، چاہے اس نے زنا کیا ہو۔'' (بخاری، رقم: 5827)

ایک اور روایت میں جنت کی نوید یوں آئی:

جبرائیلؑ نے جنت میں جانے کی تصدیق کی خواہ اس نے چوری کی ہو، خواہ اس نے زنا کیا ہو، خواہ اس نے شراب (بھی) پی ہو۔'' (صحیح مسلم: کتاب زکوۃ کے احکام و مسائل)

اس ضمن میں چند ضروری پہلو قابل غور ہیں:

۔ مذکورہ روایات سے اگر یہ مراد لیا جاتا کہ زندگی میں کیئے جانے والے مذکورہ جرائم کسی سے سر زد ہوئے، اوراس نے تائب ہوکر اصلاح کرلی تو کلمے پر قائم رہ کر خاتمہ ہونے کی صورت میں وہ جنت کا مستحق ہوگا، تو بات درست ہے۔ یا یہ کہ جہالت کی بنا پر کبیرہ گناہ ہوا اور پھر اس پر ندامت ہوئی، اسے چھوڑ دیا تو بروز قیامت بھی معافی کا امکان نکل سکتا ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد لینا (جو کہ لیا جاتا ہے) کہ دیدہ دلیری سے ان جرائم کے مرتکبین کو بغیر توبہ واصلاح کے فوت ہونے پر بروز قیامت جنت کا پروانہ مل جائے گا، یہ تصور قرآن وسنت کے برعکس ہے۔

۔ پیچھے بیان کی گئیں دیگر روایات کی روشنی میں، کبائر کے حوالے سے نبی کریم ﷺ بہت حساس ہیں۔ آپ ﷺ نے: شراب پینے والوں، وراثت ہتھیانے والوں، حکمرانوں کے خیانت کرنے، جھوٹی قسم کے ذریعے حق قطع کرنے والوں، دوسروں کی املاک غصب کرنے والوں، ...... پر (بغیر پکی توبہ واصلاح کے فوت ہونے پر) ابدی جہنم کی وعیدیں نازل فرمائی ہیں۔ یہاں تک کہ جہاد میں جامِ شہادت نوش کرنے والے صحابی کے متعلق محض ایک رسی چوری کرنے کی وجہ سے دوزخ میں جانے کی خبر دی ہے۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ نے عہد و پیمان کی پاسداری نہ کرنے، امانت میں خیانت کرنے، جھوٹ بولنے والوں کے ایمان کی نفی کی ہے، خواہ وہ صوم وصلوٰۃ پر بھی قائم ہوں۔

لہٰذا ان روایات سے یہ معنی مراد لینا کہ دیدہ دلیری سے زنا، چوری اور شراب خوری کرتے مرنے پر بھی بروز قیامت بخشش ہو جائے گی (جو کہ لیا جاتا ہے) دنیا وآخرت دونوں کی ہلاکت ہے۔

مزید یہ کہ قرآن میں خالی توحید پر نجات کی بجائے، توحید پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ مذکورہ کبائر سے بچنے پر نجات کی خبر دی گئی ہے:

''اور وہ لوگ جو نہیں شریک کرتے پکارنے میں اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو، اور جو نہیں

قتل کرتے کسی نفس کو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھرایا ہو،مگر جائز طریقے سے،اور نہ زنا کرتے ہیں۔اور جو کوئی بھی ایسا کرے گا تو وہ پائے گا بدلہ اپنے گناہوں کا۔اسے بروز قیامت دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ رہے گا دوزخ میں ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ ہمیش۔'' (سورۃ الرفرقان:25:68-69)

لہٰذا قرآن کی خلاف ورزی اور پیارے رسول ﷺ کے قرآن کے موید دیگر فرامین کی تردید سمیت آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے خطرے کے پیش نظر ہمیں ایسی روایات کو بنیاد بنانے کی بجائے، انہیں اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے، یا انکی ایسی تاویل کرنی چاہیے کہ ضابطہ قرآن وسنت اپنی جگہ پر قائم رہ سکے۔اس ضمن میں ممتاز حنفی سکالر حافظ ابوبکر الحصاصؒ (المتوفیٰ:۳۰۵ھ) نے بہت واضح رہنمائی فرمائی، وہ قرآنی آیت:﴿اتبعوا ماانزل الیکم من ربکم﴾ کے تحت، لکھتے ہیں:

''اس قرآنی آیت کا مطالبہ یہ ہے کہ قرآن کا اتباع ہر حال واجب ہے اور قرآن پر اخبار آحاد کو بالادستی حاصل نہیں ہے، کیونکہ قرآن کی اتباع دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور آحاد کا ثبوت ظنی ہے۔اسلئے کسی حال میں کسی حدیث کی بنا پر قرآن کو نہ چھوڑا جائے گا اور نہ آحاد کی وجہ سے قرآن پر کوئی اعتراض ہوگا۔'' (احکام القرآن: ج2، ص:28)

قتل وغارت

انسان دشمنی کی بنا پر ناحق قتل وغارت ابلیس کا انتہائی محبوب مشغلہ ہے،جس پر اکسانے کیلئے وہ بھرپور قوت سے انسانیت پر حملہ آوار ہے۔دنیوی،ملکی مفادات،کنبہ وقبیلہ،خاندانی عصبیت کی بنا پر لڑائی جھگڑوں کے ذریعے انسانی ہلاکت کا جال تو مکار ابلیس مسلم و کفار سب کیلئے ہمیشہ سے ہی استعمال کررہا ہے۔لیکن فی زمانہ مذہب،فرقہ واریت کے نام پر جو باہمی قتل وغارت کا بازار اس مکار دشمن نے گرم کیا ہے وہ بہت بھیانک ہے۔جس کے نتیجے میں کلمہ گو لوگوں کی اپنی زندگیاں تو اجیرن بنی ہی ہیں،لیکن اقوام عالم میں اسلام انتہائی بُرے طریقے سے بدنام ہوگیا ہے۔حالانکہ کہ پروردگار نے اس گھناؤنے ظلم سے بچانے کیلئے انتہائی سخت احکامات نازل کیئے۔

اخلاقی ظلم میں شرک کے بعد سب سے بڑا ظلم انسانیت کا ناحق قتل ہے۔ جس معاشرے میں عام کبائر کو ہلکا لے لیا جائے تو وہ معاشرہ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ جبکہ قتل وغارت جو شرک کی طرح اکبرالکبائر ہے، اس کے عام ہونے سے معاشرے کیسے بچ سکتے ہیں؟ لہٰذا جس معاشرے میں قتل وغارت عام ہو جائے، اس معاشرے نے بالآخر ختم ہونا ہی ہونا ہے۔ اس گھناؤنے جرم پر ابدی جہنم کی شدید ترین تنبیہات کے باوجود اسلام کے نام لیواؤں نے اسے بہت معمولی سمجھ لیا ہے۔ بلکہ مذہبی منافرت، فرقہ واریت کے تناظر میں، گستاخی کے فتوے، اور حیلوں بہانوں سے اپنے سوا دوسرے فرقوں کے مسلمانوں کی جان لینا بھی کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے۔ ایک مسلمان کی جان لینا مکھی مچھر مارنے سے بھی ہلکا ہو چکا ہے۔ اسکی کئی وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ بخاری اور مسلم شریف (2766) میں آنے والی وہ روایت ہے (جس کی بنا پر لوگوں کے قتل پر آمادگی کا مشاہدہ میں خود بھی کر چکا ہوں)۔ جس کے مطابق ایک شخص کی ''۹۹'' لوگوں کو قتل کرنے کے باوجود بھی صرف توبہ کے ارادے سے نیک لوگوں کی بستی کی طرف سفر کرنے کی بدولت توبہ قبول ہوگئی اور وہ جنت کا مستحق ہوگیا۔

بلا تطبیق باقی دلائل (قرآن حکیم اور دیگر احادیث) کو پیش نظر نہ رکھنے اور صرف اس ایک روایت (جو کہ خبر واحد ہے، اسے ظنی کی بجائے قطعی دلیل سمجھتے ہوئے اس) کو بنیاد بنانے کی بنا پر مسلمانوں کا قتل عام ایک بہت ہی معمولی کام بن چکا ہے۔ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ۹۹ قتل کر کے بھی جب اتنی آسانی سے جنت میں داخلہ ممکن ہے تو دو چار، پانچ دس قتل تو بہت معمولی بات ہے۔

قتل کتنا سنگین معاملہ ہے، بطور عبرت چند دلائل پر غور فرمائیں، شاید ہماری دنیا و آخرت بچ جائے:

اگر سب سے پہلے قرآن کو دیکھا جاتا اور صرف اس ایک روایت کی بجائے تطبیق کرتے ہوئے دیگر روایات پر بھی غور کر لیا جاتا تو بچت ہو جاتی، اس ضمن میں پروردگار نے انسانیت کو سخت تنبیہ کی:

☆ ﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَ کُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ٥﴾ (البقرہ:2: آیت:84)

''پھر ذرا یاد کرو، ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور

نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا، تم نے اقرار کیا اور تم اسکے شاہد بنے۔“

مزید فرمایا:

☆ ﴿مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ ۚ کَتَبۡنَا عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَنَّہٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَ مَنۡ اَحۡیَاہَا فَکَاَنَّمَاۤ اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ﴾ (المائدہ:5: آیت:32)

”اسی سبب سے لکھ دیا تھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور سبب سے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک انسان کو بچایا، اس نے گویا تمام انسانوں کو بچالیا۔“

<u>فساد فی الارض:</u> سرکشی اور ظلم کے ذریعے سے نظم اجتماعی کی بربادی اور لوگوں کا جینا حرام کر دینا فساد فی الارض کہلاتا ہے۔ ایسی سرکشی اگر بے قابو ہو جائے تو عدالت ایسے لوگوں کے قتل کے احکامات جاری کر سکتی ہے۔

انسانی جان کی حرمت، اللہ کے نزدیک اتنی زیادہ ہے کہ ایک طرف تو قاتل کیلئے جہنم کی وعید ہے تو دوسری طرف اسکے لئے دنیا<u>میں قتل کی سزا</u> مقرر ہے۔ یہی وہ سزا ہے جو معاشرے میں نئے قاتل پیدا نہیں ہونے دیتی۔ یہ تو بات تھی عام انسانوں کے قتل کی، اور اہل ایمان مسلمانوں کی بابت اللہ نے انسانیت کو انتہائی زوردار انداز سے خبردار کر دیا:

﴿وَ مَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا وَ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ لَعَنَہٗ وَ اَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا ﴿۹۳﴾﴾ (النساء:4: آیت:93)

”اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اسکی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اسکی لعنت ہوئی اور اسکے لئے اس نے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

قتل و غارت کو معمولی سمجھنے والوں کو دل و دماغ کھول کر اس زوردار تنبیہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یعنی جس نے دانستہ طور پر ناحق کسی اہل ایمان مسلمان کی جان لی اور اسکی توبہ (جسکا دنیا میں

قاعدہ قصاص یا دیت ہے) نہ ہوسکی تو:

(۱)۔اسکا بدلہ جہنم ہوگا، (۲)۔جہنم میں وہ جلے گا ہمیشہ ہمیش، (۳)۔وہ بدنصیب اللہ کے غضب کا شکار ہوگیا، (۴)۔اللہ کی لعنت اور پھٹکار اس پر آپڑی، (۵)۔اور اللہ تعالیٰ نے اسکے کیلئے بہت بڑا عذاب تیار کررکھا ہے۔

کیا اس ضمن میں غفلت کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔کاش ہم ہوش کے ناخن لے کر زندگی بسر کریں۔قتل تو بہت بڑی بات ہے، جادو کے ذریعے جان و مال میں اذیت ونقصان کی راہ اختیار کرنا، اتنا بڑا گناہ ہے کہ انسان دائرہ اسلام سے ہی خارج ہوجاتا ہے:

﴿وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ.. ﴾(البقرہ:102)

''اوران کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہدِ سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔اور سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ شیطانوں کا کفر تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھلایا کرتے تھے،اور بابل شہر میں ہاروت اور ماروت دوفرشتوں پر جو اتارا گیا تھا وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک جادو نہیں سکھاتے تھے، جب تک یہ کہہ نہ لیتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش بن کر آئے ہیں، لہٰذا تم جادو سیکھ کر کفر نہ کرو۔''

جیسا کہ اوپر واضح کردیا گیا کہ کائنات کے دوسب سے بڑے سنگین ظلم 'شرک' اور 'قتل ناحق' ہیں، لہٰذا ظالموں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون یوں واضح فرمادیا:

﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ o﴾(الشوریٰ:42:آیت:42)

''یقیناً قابل ملامت وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی

کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہے۔‘‘

مزید فرمایا:

﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴾ (المومن:40: آیت:18)

’’اور انہیں قریب آنے والے دن سے ڈرادو جبکہ دل غم سے بھر کر گلوں کو آرہے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے۔‘‘

یعنی بروز قیامت ظلم پر قائم رہ کر مرنے والوں کی فریادرسی نہ کی جائے گی۔

ناحق قتل پر فرامین رسول ﷺ سے عبرت

اس گھناؤنے جرم پر مزید عبرت اور توبہ کیلئے نبی کریم ﷺ کے فرامین پر غور فرمائیں:

☆ ((المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده)) (بخاری، الایمان، رقم:10)

’’مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔‘‘

یعنی جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ نہیں اسکی مسلمانی کیسی....؟

☆ ’’جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ جہنم سے دور اور جنت میں داخل کردیا جائے تو چاہیے کہ اس کو موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہو۔‘‘ (مسلم، الامارہ، رقم:1844)

کیا ہم اپنے لئے پسند کرتے ہیں کہ ہمیں ناحق قتل کیا جائے.......؟

☆ ’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اسکی خیانت کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اسے بے سہارہ چھوڑتا ہے۔ ایک مسلمان کی عزت، اسکا مال اور اسکا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔‘‘ (ترمذی البر والصلۃ:1927، بخاری ومسلم)

☆ ’’مسلم وہ ہے جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں لوگوں کو کوئی خطرہ نہ ہو۔‘‘

(ترمذی، کتاب ایمان واسلام،نسائی)

☆ ''جو شخص ظالم کے ساتھ چلتا ہے تا کہ وہ اسکو تقویت پہنچائے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے، ایسا شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔''

(شعب الایمان،54/6،رقم:7479،مشکوٰۃ:5135)

حرف آخر! حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے امت کو اس ضمن میں سخت تنبیہ فرمادی:

''بے شک تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزتیں اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمھارے اس دن (10 ذولحجہ) کی حرمت، تمھارے اس شہر اور تمھارے اس مہینے میں ہے۔اور عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے، وہ تم سے تمھارے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا۔خبردار! تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو! سن لو جو یہاں حاضر ہے، وہ غائب کو یہ باتیں پہنچا دے............ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار کیا میں نے (تمھیں پیغام) پہنچا دیا؟، کیا میں نے (تمھیں پیغام) پہنچا دیا؟ ہم (صحابہؓ) نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ گواہ ہو جاؤ۔'' (بخاری، المغازی، رقم:4406)

☆ ناحق قتل تو بہت بڑی بات ہے، صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق تو ایک صحابی جس نے غزوہ خیبر میں کفار کے ساتھ لڑتے ہوئے اپنی جان دے دی، وہ محض ایک چادر چوری کرنے کی وجہ سے جہنم میں چلے گئے، دیکھئے: (مسلم، الایمان، رقم:114)

کیا اب بھی شک کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟۔لیکن افسوس کہ آج بھی ہم مختلف حیلوں بہانوں سے ایک دوسرے کی جان لینے پر تلے ہوئے ہیں۔اللہ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔(آمین)

یاد رکھیں! قتل حق کی صورت میں بھی، جیسے جان کے بدلے جان از خود نہیں لی جا سکتی، بلکہ معاملہ قاضی یا عدالت میں لے جانا ہو گا اور یہ کام حکومت وقت کے ذریعے انجام پائے گا۔اگر حکومت سے انصاف نہ ملے تو قانون ہاتھ میں لے کر فساد برپا کرنے کی بجائے صبر سے کام لے کر معاملہ اخروی عدالت پر چھوڑنا ہو گا۔

قتل و غارت خواہ رب کے نام کو ڈھال بنا کر، رسول (ﷺ) کے نام، آل رسول یا آل اصحاب (رضی اللہ عنہم) کے نام کو ڈھال بنا کر کی جائے دنیا میں اس کام کا نتیجہ فساد فی الارض کے سوا کچھ اور نہیں۔ کیسا ہی معاملہ ہو، ہمیں باہم قتل و غارت تک کسی صورت نہیں جانا چاہئے۔ قانون ہاتھ میں لے کر کسی کی جان لینے کی ہرگز اجازت نہیں۔ انفرادی طور پر کسی کی خود جان لینے کی بجائے، معاملہ ہر صورت میں قاضی یا عدالت میں ہی لے جانا ہوگا، تاکہ فساد فی الارض سے بچا جا سکے۔ ورنہ اس زمین پر ہم سب کیلئے رہنا دشوار ہو جائے گا (جو کہ ہو چکا ہے)۔

امید ہے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہوگی کہ: قرآن حکیم کو حاکم نہ بنانے، تطبیق نہ کرنے اور اللہ کے بخشنہار ہونے کے غلط تصور اور شفاعت کی غلط امید کی وجہ سے انسان ہلاکت کا شکار ہوا اور اسکی دنیا و آخرت دونوں تاریک ہوئی ہیں۔

افسوس تو ان خطباء حضرات پر ہے جو مذکورہ موضوع پر حالات کی سنگینی اور قرآن و سنت کی شدید تنبیہات کو نظر انداز کرتے ہوئے، صرف اکیلی ۹۹ لوگوں کے قاتل کی توبہ کے ارادے سے توبہ قبول ہو جانے والی روایت کو بے دھڑک بیان کرتے ہیں....... جس کی بنا پر ہماری دنیا و آخرت دونوں تاریک ہوگئی ہیں اور انسان کا زمین پر جینا مشکل ہو گیا ہے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ (آمین)

بخشش پر ایک بڑا مغالطہ

''سورۃ النساء: آیت۔48'' سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ شرک کے سوا جس گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔ لہٰذا شرک کے علاوہ دیگر کبائر میں ملوث لوگ شفاعت سے چھوٹ جائیں گے۔

اس مغالطے کی بڑی وجہ عدم تطبیق (یعنی دیگر آیات کی بجائے صرف ایک آدھی آیت کی بنا پر ادھورا نتیجہ نکالنا)، قرآن حکیم کا سطحی نالج اور گہرائی کی بجائے محض الفاظ کے معنی کی بنا پر ادھورا فیصلہ صادر کرنا ہے۔ اس ضمن میں پہلی بنیادی سمجھنے والی بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ شرک کے سوا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ (وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ

یّشــآء)۔ ’’وہ جس گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا‘‘ یعنی جس گناہ کو معاف کیے جانے کے قابل سمجھے گا اسے معاف فرمائے گا۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ (وَ یَغْفِرُ مَا غیرَ ذٰلِکَ)۔یعنی وہ شرک کے سوا ہر گناہ کو معاف فرمادے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ کی معافی کی گنجائش تو بلاشبہ اللہ نے رکھی ہے، لیکن یہ معافی بھی اوپن نہیں بلکہ اللہ کے اپنے قواعد وضوابط کے تحت ہے۔قرآن مجید میں تطبیق کی بنا پر دیگر آیات کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو درج ذیل کاموں پر ابدی جہنم کا فیصلہ صادر کیا گیا ہے:

(۱)۔کفر پر، (۲)۔شرک پر، (۳)۔کبائر کو دیدہ دلیری سے دانستہ اختیار کرنے اور بغیر توبہ واصلاح مرنے پر۔

ایمان کی موجودگی گناہ پر ملامت اور رکاوٹ کا موجب بنتی ہے۔گناہ پر نادم نہ ہونا ہی درحقیقت ایمان کے خاتمے کی علامت ہے جو گناہوں کو دیدہ دلیری سے اختیار کرنے کا موجب بنتا ہے۔مزید یہ کہ یہ طرزِ عمل نفس وشیطان کی پوجا کی وجہ سے بلاواسطہ (Indirectly) طور پر درحقیقت شرک کی ہی شکل بن جاتا ہے، دیکھئے:

(سورہ جاثیہ: آیت: 23، سورہ بقرہ: 80-82،سورہ نساء، آیت: 14، 17, 18 اور سورہ طٰہٰ: آیت: 82،سورۃ المدثر، آیت: 42-48،سورۃ الفرقان: 68-69)

کفر اور شرک پر ابدی جہنم پر تو مسلمانوں کو کوئی شک نہیں، لیکن کبائر کو دیدہ دلیری سے دانستہ اختیار کر کے بغیر توبہ واصلاح فوت ہونے پر بخشش وشفاعت کی بہت بڑی غلط فہمی لگ چکی ہے جو ہماری دنیا وآخرت کی ذلت کی اصل وجہ ہے جسے قرآن وسنت کی روشنی میں اس تحریر میں واضح کردیا گیا ہے۔اس ضمن میں بہت سی احادیث پیش کی گئی ہیں جن میں کفر اور شرک کے علاوہ کبائر کے ارتکاب پر بغیر توبہ واصلاح فوت ہونے پر بروز قیامت معافی کا دروازہ بند کردیا گیا ہے۔جیسا کہ بخاری شریف، حدیث نمبر: ۵۹۸۴ کے تحت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’لایدخل الجنة قاطع‘‘۔’’رشتے قطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا‘‘۔یعنی جنت سے محرومی کی یہ وعید بھی شرک پر نہیں بلکہ

رشتے کاٹنے پر ہے۔اسی طرح حکمرانوں کا خیانت کرنے اوراسی حالت یعنی خیانت پر ہی مرجانے پر جنت کا حرام ہوجانا۔(صحیح بخاری، رقم:7151)۔جھوٹی قسم کے ذریعے کسی کا حق غصب کرنے پر جہنم واجب اور جنت کا حرام ہوجانا(مسلم،الایمان:137)............وغیرہ۔

مزید یہ کہ قرآن مجید میں کئی جگہ آتا ہے کہ(یضل بہ من یشاء ویھدی بہ من یشاء)یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے،ہدایت سے سرفراز فرما دیتا ہے۔اب یہ کہنا کہ ہدایت وگمراہی پر لانا اللہ کی اپنی مرضی کے تحت ہے،اس میں انسان کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں۔تو پھر عدل کی بنا پر جزاوسزا کا تصور ختم ہوجائے گا۔بلکہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو ہدایت سے سرفراز کرنا یا گمراہی پر لانا بھی انسان کی اپنی روش کی بنا پر قانون اور ضابطے کے تحت ہے،نہ کہ بغیر قانون وضابطے کے۔

باقی یہ بات ٹھیک ہے کہ گناہ کے سرزد ہوجانے پر توبہ کے ذریعے اصلاح کرلی جائے تو معافی مل جاتی ہے۔یا نادانی وجہالت سے ہونے والا گناہ آگے بھی چلا گیا تو بروز قیامت معافی کی امید ہے۔لیکن گناہ کو دیدہ دلیری سے اختیار کرلینا ایمان کے منافی اور نفس وشیطان کی عبادت ہے،جس پر کئی دلائل اس تحریر میں پیش کردیے گئے ہیں۔اس حقیقت کو صراحت کے ساتھ یوں بیان کیا گیا:

﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ﴾.(سورہ جاثیہ:آیت:23)

''کیا تو نے دیکھا وہ شخص جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے۔''

یعنی شہوات نفس کو لگام نہ ڈالنا،حرص ولالچ سے نہ بچنا،شدت خواہش کی لپیٹ میں آکر خواہشات کا رسیا بن جانا.........ایسے ہی ہے جیسے اپنے نفس کی عبادت کرنا ہے۔اس آیت کے تحت،عبادت کی اس شکل کے متعلق امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''جس کام کی طرف طبیعت جھکی کرڈالا،جس سے دل رُکا(اسے)چھوڑ دیا۔''(تفسیر ابن کثیر)

اس آیت کے تحت حافظ صلاح الدین یوسف صاحبؒ لکھتے ہیں:

''پس وہ اسی کو اچھا سمجھتا ہے،جس کو اسکا نفس اچھا اور اسی کو بُرا سمجھتا ہے جس کو اسکا نفس

بُرا قرار دیتا ہے۔یعنی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکام کے مقابلے میں اپنی نفسانی خواہش کو ترجیح دیتا یا اپنی عقل کو اہمیت دیتا ہے۔''(احسن البیان)

اسی صورت حال کی عکاسی درج ذیل آیات سے بھی بخوبی ہوتی ہے:

﴿ وَ مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝﴾ (المائدہ:5:آیت:44)

''اور جو لوگ نہیں فیصلہ کرتے ان احکامات کے مطابق جو نازل کیے ہیں اللہ نے،تو ایسے لوگ ہی (درحقیقت) کافر ہیں۔''

﴿ وَ مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝﴾ (المائدہ:5:آیت:45)

''اور جو لوگ نہیں فیصلہ کرتے ان احکامات کے مطابق جو نازل کیے ہیں اللہ نے،تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں۔''

﴿ وَ مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝﴾ (المائدہ:5:آیت:47)

''اور جو لوگ نہیں فیصلہ کرتے ان احکامات کے مطابق جو نازل کیے ہیں اللہ نے،تو ایسے لوگ ہی فاسق ہیں۔''

یہاں اہل یہود کی غلط فہمی اور غلط روش کو واضح کیا جا رہا ہے کہ جو اپنی کتاب ''تورات'' میں اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے کرنے کی بجائے، دنیا کے چند حقیر مفادات کی خاطر اللہ کے قانون کو پس پشت ڈال کر اپنی من مرضی کرتے ہیں تو ایسے لوگ زبان سے کتاب پر ایمان کا اقرار کرنے کے باوجود بھی حقیقت میں وہ کتاب سے کفر کر چکے ہیں۔

نوٹ: ان آیات کی بنا پر ہمیں لوگوں کو ملت اسلامیہ سے خارج کر کے ان پر کفر کے فتوے صادر نہیں کرنے چاہئیں۔ان آیات میں درحقیقت ہمارے لئے شدید تنبیہ و نصیحت ہے کہ ہم فوراً اپنی اصلاح

کر کے ایمان کی صحیح روش پر آجائیں۔ان آیات کے تحت ملت اسلامیہ سے خارج کرنے کی بجائے،لوگوں کو شدید خطرے کی گھنٹی سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جس نے دیدہ دلیری سے اللہ کے قانون کے خلاف نفس وشیطان کی پیروی اختیار کرلی،وہ مذکورہ وعیدوں کی زد میں آجائیں گے۔لہٰذا اپنے آپ کو بچایا جائے۔تاہم اِنہیں بھی ہم دنیا میں قانوناً ملت اسلامیہ میں ہی شمار کریں گے،لیکن آخرت کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے،جو عین سچائی کی بنا پر ہوگا۔

چنانچہ ان آیات کے تحت مولانا مودودی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں،جو خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تین حکم ثابت کیے ہیں۔ایک یہ کہ وہ کافر ہیں،دوسرے یہ کہ وہ ظالم ہیں،تیسرے یہ کہ وہ فاسق ہیں۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو انسان خدا کے حکم اور اسکے نازل کردہ قانون کو چھوڑ کر اپنے یا دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر فیصلہ کرتا ہے،وہ دراصل تین بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔اولاً تو اسکا یہ فعل حکم خداوندی کے انکار کا ہم معنی ہے اور یہ کفر ہے۔ثانیاً اسکا یہ فعل عدل وانصاف کے خلاف ہے۔کیونکہ ٹھیک ٹھیک عدل کے مطابق جو حکم ہوسکتا تھا،وہ تو خدا نے دے دیا تھا۔اسلئے جب خدا کے حکم سے ہٹ کر،اس نے فیصلہ کیا تو ظلم کیا۔تیسرے یہ کہ بندہ ہونے کے باوجود جب اس نے اپنے مالک کے قانون سے منحرف ہو کر اپنا یا کسی دوسرے کا قانون نافذ کیا،تو درحقیقت بندگی واطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالا اور یہی فسق ہے۔یہ کفر اور ظلم اور فسق اپنی نوعیت کے اعتبار سے لازماً انحراف از حکم خداوندی کی عین حقیقت میں داخل ہیں۔ممکن نہیں ہے کہ جہاں وہ انحراف موجود ہو،یہ تینوں چیزیں موجود نہ ہوں۔البتہ جس طرح انحراف کے درجات ومراتب میں فرق ہے،اسی طرح ان تینوں چیزوں کے مراتب میں بھی فرق ہے۔جو شخص حکم الٰہی کے خلاف اس بنا پر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو غلط اور اپنے یا کسی دوسرے انسان کے حکم کو صحیح سمجھتا ہے،وہ مکمل کافر اور ظالم اور فاسق ہے۔اور جو اعتقاداً حکم

الٰہی کو برحق سمجھتا ہے اور عملاً اسکے خلاف فیصلہ کرتا ہے، وہ اگرچہ خارج از ملت تو نہیں ہے مگر اپنے ایمان کو کفر، ظلم اور فسق سے مخلوط کر رہا ہے......... بعض اہل تفسیر نے ان آیات کو اہل کتاب کے ساتھ مخصوص قرار دینے کی کوشش کی ہے، مگر کلام الٰہی کے الفاظ میں اس تاویل کیلئے کوئی گنجائش موجود نہیں۔'' (تفہیم القرآن)

ان آیات کے تحت ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ فرماتے ہیں:

''ان میں بہت سخت تہدید ہے، تنبیہ ہے، دھمکی ہے ان لوگوں کیلئے جو کسی آسمانی شریعت کے دعویدار ہوں اور پھر اسکی بجائے کسی اور قانون کے اوپر اپنی زندگی گزار رہے ہوں...... اور جو اللہ کی اتاری ہوئی شریعت اور قواعد وضوابط کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نا امیدی، بتا تو سہی اور کافری کیا ہے۔'' (بیان القرآن)

پس اگر کسی نے دیدہ دلیری سے قرآن کے قانون کو پس پشت ڈال کر، اسکے برعکس قانون سازی کو رائج کرلیا ہے، تو اس کا قرآن پر کیا ایمان باقی رہ گیا ہے؟ اسی شدید خطرے کی گھنٹی بجائی گئی ہے، ان آیات میں۔

اسی بات کی مزید تائید (سورہ التوبہ آیت: 31) سے بھی بخوبی ہوتی ہے، جس کے تحت علماء مشائخ حضرات کی حلال وحرام میں بلا دلیل اندھا دھند پیروی کرنے کو انکی عبادت کرنا قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص باقی سب اعمال نماز روزہ..... پر کاربند ہے، لیکن ساتھ ساتھ اندھی وجامد تقلید پر گامزن ہونے کے فعل کو شراکت (شرک فی الاطاعت) قرار دیا گیا ہے، جسکی تائید اس آیت کے تحت حدیث رسول سے بھی بخوبی واضح کردی گئی ہے، دیکھئے: (جامع ترمذی، رقم: 3095)۔

مزید یہ کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان (بخاری، رقم: 2475) کے مطابق، حالت گناہ میں انسان ایمان پر نہیں رہتا۔ اگر تو کوئی گناہ کے بعد اصلاح کر کے، پلٹ آتا ہے تو وہ تو ایمان پر واپس آجائے گا۔ لیکن جس نے کسی بڑے گناہ کو اختیار کرلیا ہو تو وہ حالت ایمان پر کیسے رہ سکتا ہے؟ جب تک پکی توبہ نہیں کرلیتا۔ نافرمانی تو ہوگئی خواہ کسی ایک حکم کی ہو یا سو کی۔ اسلئے بڑی نافرمانی پر کاربند رہنے کی گنجائش نہیں۔

اسکے باوجود بھی اگر بروز قیامت معافی کا کوئی امکان ہوا بھی تو حقوق اللہ کے حوالے سے ہونے کا ہی زیادہ امکان ہے، وہ بھی اسکے لئے جو معاف کیے جانے کے قابل ہو، یعنی اللہ جس کو معافی کے قابل سمجھیں۔ باقی وہ لوگ جو شفاعت و بخشش کی امید پر مخلوق کی حق تلفی کرتے ہیں، جنہوں نے لوگوں کا زمین پر جینا حرام کر دیا ہو، انہیں کس بنا پر بخشا جائے گا؟ مزید یہ کہ لافانی اخروی شدید ترین عذاب میں جھونکے جانے اور لافانی عظیم بہاروں سے محرومی پر کیا غفلت ولاپرواہی کا طرزِ عمل اختیار کر کے بخشش کے چانس پر بیٹھ جانا کیا عقل مندی ہے؟

اعمال کا میزان پر تولہ جانا: یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب فیصلہ اعمال کی تول پر ہونا ہے تو نیکیوں کے پلڑے کے بھاری ہونے کا مطلب تو یہی ہے کہ برائیاں بھی نامہ اعمال میں موجود ہوں گی اگرچہ وہ تول میں نیکیوں سے کم ہوں گی۔

اس ضمن میں بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہاں مراد میزان نہیں بلکہ موزون ہے، یعنی ایسے اعمال جن کی اللہ کے ہاں اہمیت، قدروقیمت یعنی وزن ہوگا (فتح القدیر)۔ تاہم اگر میزان مراد لیا جائے (جو کہ زیادہ راجح قول ہے) تو کبائر کی بابت پیچھے بیان کردہ صراحت پر مبنی متعدد آیات کی روشنی میں ہی بات سمجھنی پڑے گی۔ یعنی گناہوں والے ہلکے پلڑے میں موجود وہی گناہ ہوں گے جو یا تو ''صغائر'' ہوں گے یا پھر ''جہالت'' کی بنا پر سرزد ہونے والے کبائر نہ کہ دانستہ طور پر دیدہ دلیری سے تادمِ مرگ اختیار کئے ہوئے گناہ۔ بصورتِ دیگر تو (یعنی عدم جہالت میں دانستہ طور پر دیدہ دلیری سے اختیار کردہ گناہوں پر بخشش سے تو) قرآن کی صراحت پر مبنی متعدد آیات کا انکار لازم آتا ہے۔

جلدی کریں!

قرآن حکیم کی بدولت ایک چُھپی حقیقت اور عالمگیر غلط فہمی کے واضح ہونے پر، اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے، فوراً اس پر غور وفکر کرنے اور اسے من وعن تسلیم کرنے کی فکر کریں۔ ایسا نہ ہو کہ خواہش نفس، فرقے، مسالک کی خاطر چشم پوشی، اعراض وغفلت کی بنا پر اللہ کے قانون کی زد میں آکر ہدایت کے نورِ بصیرت سے محروم کر دیے جائیں، پروردگار نے انسانیت کو آگاہ کیا:

﴿وَ نُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٖ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ o ﴾(سورۃ الانعام:6: آیت:110)

''اور ہم پھر دیں گے انکے دلوں کو اور انکی نگاہوں کو (ہدایت سے) جس طرح پہلی دفعہ (حق سامنے آنے پر) انہوں نے حق کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ اور اب ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔''

﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ o﴾(سورۃ الاعراف:7: آیت:146)

''میں ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اپنی آیات (کے حقیقی فہم) سے برگشتہ ہی رکھوں گا۔ اور اگر وہ دیکھ لیں ساری نشانیاں تب بھی نہ مان سکیں، اور اگر وہ دیکھیں سیدھا راستہ تو اپنا راستہ نہ بنائیں۔ اور اگر وہ دیکھیں گمراہی کا راستہ تو اس راستے کو اختیار کر لیں۔ ان کے ساتھ یہ (معاملہ) اس وجہ سے ہوا ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور آیات کے ساتھ غفلت برتتے رہے۔''

تکبر سے مراد حق بات کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

ابلیس بہت مکاری سے شکار کرتا ہے، اس نے ہر گروہ کیلئے اسکے موافق جال ڈالے ہیں۔ بچے صرف وہی جو مخلص ہوگا اور جو قرآن کو حرف آخر سمجھتے ہوئے تمام علوم کو قرآن کے تابع کر لے گا۔ قرآن کی حاکمیت کے ضمن میں اپنا ذاتی احتساب کرنے کیلئے، درج ذیل آیت کریمہ بھی بطور کسوٹی ہے:

﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ o﴾(سورہ زمر:39:45)

''اور جب ذکر کیا جاتا ہے اکیلے اللہ کا تو بیٹھنے لگتے ہیں دل ان لوگوں کے جو آخرت پر

ایمان نہیں رکھتے۔اور جب اللہ کے ذکر کے ساتھ دوسروں کو شامل کیا جاتا ہے،تو وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔‘‘

ذکر سے مراد،اللہ کی یاد بھی ہے اور قرآن بھی ذکر ہے۔اس آیت کریمہ کی تخصیص تو،توحید وشرک کے حوالے سے ہی ہے کہ شرک کے مرض میں مبتلا لوگ،اللہ کی خالص توحید کے تذکرے کو برداشت نہیں کر پاتے،جب تک باقی لوگوں کا اللہ کے ساتھ تذکرہ نہ کیا جائے۔لیکن اس آیت کریمہ کا اطلاق اس حوالے بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر من وعن خالص قرآنی آیات کی صراحت کو سمجھا جائے اور بیان کیا جائے تو لوگ اسے بھی بہت کم برداشت کر پاتے ہیں،مگر یہ کہ جب تک سلف کو ساتھ شامل نہ کیا جائے۔یعنی اللہ احکم الحاکمین کی صراحت پر مبنی ان گنت بینات پر مشتمل آیات کے بیان پر لوگ شک کا اظہار کرتے ہیں۔اللہ کی صراحت پر مبنی محکم بات پر بھی انہیں اس وقت تک یقین نہیں آتا جب تک اپنے اپنے پسندیدہ غیر معصوم مفسرین کی رائے سامنے نہ آجائے۔اگرچہ مفسرین نے غلط تاویل وتحریف کے ذریعے،قرآن کے منہ میں لقمہ ہی ڈالا ہو۔اہل علم سے استفادہ تو ضرور کرنا چاہیے۔لیکن حقیقی اہل ایمان جنہیں آخرت اور اللہ کے رُوبرو پیشی کا یقینِ کامل ہوجاتا ہے،ان کیلئے اللہ کی صراحت ہی حرف آخر ہوتی ہے،چاہے ساری دنیا اس صراحت کے مقابلے میں ایک طرف ہوجائے۔یہ وہ قرآن اور آخرت پر ایمان ہے جو نجات کا باعث بنے گا۔لیکن افسوس کہ اس پر بہت کم لوگ آئیں گے۔

کبائر پر مذکورہ غلط فہمی کی وجہ؟

اب سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان گنت محکم آیات کی موجودگی میں،وسیع پیمانے پر کبائر میں مداومت پر بخشش کی امید کی اتنی بڑی غلط فہمی کیسے پیدا ہوگئی؟

اسکی بہت سی وجوہات میں سے دو بنیادی وجوہات کی نشاندہی کرنا ضروری ہے۔

(ا)۔<u>ایمان کی غلط تعریف:</u> قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل کی روشنی میں ایمان اور عمل لازم وملزوم ہیں۔عمل کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ایمان کی تین شرائط ہیں:

(i)۔اقرار باللسان: زبان سے اقرار،(ii)۔تصدیق بالقلب: دل سے تصدیق،یعنی محض زبان

سے اقرار کی بجائے دل سے بھی تسلیم کرنا، اور (iii)۔ والعمل بالجوارح یعنی اعضا سے اعمال بجالانا۔ ''مرجیئہ'' فرقہ نے ایمان کو عمل سے جدا کیا تھا۔ انکے نزدیک عمل کے بغیر ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی حوالے سے امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب بعض اقوال کی وجہ سے احناف بھی بہت متاثر ہوئے ہیں۔ لہٰذا، امام بخاریؒ نے اس نظریہ کی سختی سے تردید کی اور مذکورہ تینوں شرائط کو ایمان میں شامل کیا۔

فی زمانہ مسلمان الا ماشاءاللہ ناسمجھی کی بنا پر عملی طور پر ''مرجئہ'' کے قریب جاچکے ہیں۔ وہ ایمان جس کے ساتھ عمل نہ ہو اسکی دین اسلام میں کوئی وقعت اور قدر و قیمت نہیں۔ عمل سے ہی ایمان زندہ رہتا ہے۔ جبکہ بے عملی سے ایمان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۲)۔ اُصول درایت کو ملحوظ نہ رکھنا: دوسری بڑی وجہ، روایت کے متعلق امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے اُصولِ درایت کو روا نہ رکھنا ہے۔ متن و درایت کو خیر آباد کہنے اور محض سند کی بنا پر راویوں کی بنیاد پر بات کو حرف آخر قرار دینے کے نتیجے میں بعض راویوں نے اپنے مقاصد پورے کیے ہیں اور امت مسلمہ کو گناہوں کی دلدل میں دھکیل کر بے جا بخشش کی امید دلائی ہے۔ اس ضمن میں سچے راوی بھی نبی نہیں ہیں، انہیں بھی خطا لگ سکتی ہے، اسلئے درایت کو دیکھنا ناگزیر ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کا معاملہ ہے، پورے قرآن میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جس سے مذکورہ حقیقت کے سوا کوئی دوسری بات موجود ہو۔ لیکن محض سند کی بنا پر ثابت ہونے والی روایات میں دونوں قسم کی روایات موجود ہیں۔ اس ضمن میں تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر ''قرآن مجید کی حاکمیت''۔

معتزلہ اور خوارج کا نقطہ نظر: جو کوئی بھی قرآن وسنت کے کبائر پر قانون یعنی دیدہ دلیری سے دانستہ طور پر کبیرہ جرائم کو اختیار کرنے کے ضمن میں مذکورہ حقائق واضح کرے، مکار ابلیس اس پر معتزلہ اور خارجی ہونے کا فتویٰ صادر کروانے پر اکساتا ہے تاکہ امت گناہوں کی دلدل میں ڈوبی رہے اور دنیا وآخرت کی ہلاکت اس کا مقدر بن جائے۔ حالانکہ معتزلہ اور خارجیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کے ساتھ ہی انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جبکہ جو بات قرآن وسنت سے واضح ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ حالات کی رو میں انسان سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے، جس پر اصرار کرنے کی

بجائے فوراً پلٹنا ہوتا ہے۔قرآن کی ابدی جہنم کی وعیدوں کا اطلاق گناہ کو دیدہ دلیری سے اختیار کرنے اور بغیر توبہ واصلاح کے فوت ہونے پر ہے۔بہر کیف کلمہ گو کو گناہوں کے باوجود بھی قانوناً ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیا جائے گا،آخرت کا فیصلہ اللہ کریں گے جو سچائی کی بنیاد پر ہوگا۔تاہم وہ علماء مفسرین جنہوں نے کبائر کو دائمی طور پر اختیار کرنے پر قرآن کی درجنوں صریح آیات کی غلط تاویل سے انہیں اصل معنی سے ہٹایا ہے یا امت پر ان آیات کو واضح نہیں کیا،وہ بروز قیامت اللہ کو کیا منہ دکھلائیں گے؟

مزید یہ کہ اہلسنت تو وہی ہوگا جو قرآن اور سنت کی بنیادوں پر قائم رہے۔قرآن کے واضح احکامات سے ہٹنے والے اہلسنت میں کیسے شمار ہوسکتے ہیں؟مذکورہ طرزعمل کہ اعمال خواہ کتنے ہی بُرے ہوں،ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا،یہ تو اہلسنت کی بجائے ''مرجئیہ وجہمیہ'' کا عقیدہ تھا جسکی تردید امام بخاریؒ نے فرمائی اور عمل کو ایمان کا جزو قرار دیا۔

فیصلہ قرآن پر ہوگا!

بروز قیامت ہم سب فرداً فرداً پروردگار عالم کے روبرو پیش کیے جائیں گے،اور ہمارا محاسبہ وفیصلہ قرآن مجید پر ہوگا۔بچے گا صرف وہی جس نے من عن قرآن کو سمجھا اور مانا ہوگا۔ہر ایک کو اسے دیے گئے عقل وشعور کی بنیاد پر قرآن کی بابت مسئول ٹھرایا جائے گا۔اہل علم سے استفادہ تو ضرور کرنا چاہیے لیکن جس نے اپنی عقل کسی اور کے حوالے کردی،وہ مارا گیا۔بروز قیامت جن اسلاف کی خاطر قرآن کو من عن ماننے سے گریز کیا ہوگا،وہاں وہ سب لوگ برائت کریں گے،بلکہ الٹے اپنے پیروکاروں کے خلاف ہوجائیں گے۔قرآن پر محاسبے کی بابت انسانیت کو یوں خبردار کردیا گیا:

☆ ﴿وَ ذَكِّرۡ بِهٖۤ اَنۡ تُبۡسَلَ نَفۡسٌۢ بِمَا كَسَبَتۡ﴾ (الانعام:6:70)

''اور (اے نبی) انہیں نصیحت وتنبیہ کرتے رہو (اس قرآن) کے ذریعے سے کہ کہیں کوئی اپنے اعمال کے وبال میں گرفتار نہ ہوجائے۔''

☆ ﴿وَ مَنۡ كَانَ فِیۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰی فَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیۡلًا﴾

''اور جو کوئی اس دنیا میں (قرآن مجید سے) اندھا بن کر رہا، وہ آخرت میں بھی اندھا اُٹھایا جائے گا اور راستے سے بھٹکا ہوا'' (بنی اسرائیل:72:17)

☆ ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ (سورۃ ق:45:50)

''پس نصیحت کرتے رہو اس قرآن کے ذریعے ہر اس شخص کو جو (میرے) عذاب سے ڈر رکھتا ہے''

☆ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ o عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ o﴾

(سورۃ البلد:20-19)

''اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا وہ بد بخت ہیں۔ یہ لوگ آگ میں بند کر دیئے جائیں گے۔''

☆ جب دوزخی دوزخ کے عذاب سے چلائیں گے تو انہیں کہا جائے گا:

﴿لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ o قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ o﴾ (المومنون:65-66)

''مت چلاؤ آج یقیناً تمھیں ہم سے آج کوئی نہیں بچا سکتا۔ یقیناً (دنیا میں) میری آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تمھیں، تو تم الٹے پاؤں بھاگ نکلتے تھے۔''

☆ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

(القرآن حجته لک او علیک) (صحیح مسلم، کتاب الطہارہ)

''(بروز قیامت) قرآن مجید تیرے حق میں حجت (دلیل رگواہی) بنے گا یا تیرے خلاف حجت بنے گا''

یعنی جس نے من عن قرآن کو مانا ہوگا، قرآن اسکے حق میں گواہی دے گا، اور جس نے اسکے برعکس کیا ہوگا، قرآن اسکے خلاف گواہ بن جائے گا۔

☆ جب فتنے پیدا ہو جائیں، تو اس وقت ہدایت کو پانے کیلئے اولین درجے میں صرف اور صرف قرآن حکیم کو بنیاد بنائے بغیر انسان بچ نہیں سکتا:

''سن لوعنقریب فتنے پیدا ہوں گے۔میں (حضرت علیؓ) نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ! ان سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی کتاب،اس میں سابقہ قوموں کے احوال اور مستقبل کی خبریں اور تمھارے مسائل کا حل ہے۔وہ فیصلہ کن ہے بے فائدہ نہیں۔جس نے ازراہ تکبر اسے ترک کردیا،اللہ نے اسے ہلاک کرڈالا،جس نے اس کے علاوہ کسی اور چیز سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی تو اللہ نے اسے گمراہ کردیا۔وہ اللہ کی مظبوط رسی ہے،وہ ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے........الخ۔''

(جامع ترمذی،رقم:2906،دارمی)

اسی حقیقت کو اجاگر کرنے کیلئے پروردگار نے انسانیت سے سوال کیا:

﴿فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ۝﴾ (المرسلات:77:آیت:50)

''تو اب اس قرآن کے بعد کون سی بات (کون سا کلام) ہے جس پر ایمان لائیں گے۔؟''

اگر بچنا چاہتے ہیں تو جلد از جلد قرآن مجید کو تمام علوم پر حاکم وجج بنا کر تمام دینی علوم کو قرآن کے تابع کرلیں۔لیکن افسوس کہ الا ماشاءاللہ لوگ قرآن کے حرف آخر ہونے کے دعوے اور قرآن کے دروس ،کورسز کا انعقاد کرنے کے باوجود،اسے تمام علوم پر حاکم وجج بنانے کیلئے بالکل بھی آمادہ نہیں۔

مایوس نہیں ہونا

جس کسی میں بھی احساس پیدا ہوجائے اور وہ غلط راہ کو چھوڑ کر اللہ کی طرف پلٹ آئے تو پروردگار نہایت رحیم وکریم ہے۔نہ صرف یہ کہ وہ اسکے گناہوں کو بخشنے کیلئے آمادہ ہے، بلکہ اسکی توبہ کی نوعیت کے لحاظ سے اسکے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے کیلئے بھی تیار ہے،جیسا کہ پروردگار نے اپنی وسیع بخشش ورحمت کا مژدہ یوں سنایا:

﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ۝﴾ (سورۃ الرفرقان:70:25)

''مگر وہ جو توبہ کرلیں (یعنی گناہ سے پلٹ آئیں) اور ایمان لائیں،اور عمل کریں عمل

صالح، تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدل دے گا، انکے گناہوں کو نیکیوں سے اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔''

یعنی موت سے قبل جتنے بھی گناہ ہوں، وہ دھل جائیں گے، اسلئے اسی زندگی میں تائب ہونا ہے۔ جہالت کی بنا پر ہونے والے گناہوں پر موت کے بعد بھی اللہ سے معافی کی امید ہے لیکن تا دم مرگ دیدہ دلیری سے کبائر کے ارتکاب کے ساتھ آگے جانے پر معاملہ انتہائی سنگین ہے۔ موت سے قبل سارے گناہوں کی معافی پر ایک اور آیت کریمہ کے درست مفہوم کو سمجھتے ہیں، جس کے غلط مفہوم کی وجہ سے غفلت و لاپرواہی کی راہ اختیار کی جاتی ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ؀﴾ (زمر:53)

''(اے نبی) فرما دیجئے! اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، تو تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، یقیناً اللہ تعالیٰ تو بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو۔ یقیناً وہ غفور الرحیم ہے۔''

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ:

کچھ کفار جنہوں نے بہت کبیرہ گناہ، قتل بدکاری وغیرہ کا ارتکاب کیا، وہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم بہت زیادہ خطا کار ہیں، کیا ہم ایمان لے آئیں تو کیا ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔؟ جس پر مذکورہ آیت کریمہ اتری۔ (بخاری، تفسیر سورہ زمر)

بات بالکل واضح ہوگئی کہ: گناہوں والی زندگی پر کبھی بھی انسان کو احساس ہو جائے تو اسے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اللہ کی طرف پلٹنا چاہیئے، اللہ بڑا رحیم و کریم ہے، وہ سابقہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اسکے بعد بھی کہیں نادانی میں کمی بیشی ہو جائے تو اللہ معاف کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ بات نہیں کہ روزانہ دانستہ گناہ بھی کرتا جائے اور روزانہ توبہ بھی........ یہ توبہ نہیں بلکہ مذاق ہے۔ توبہ کا تو مطلب ہی پلٹنا یعنی گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ اگلی اہم بات یہ ہے کہ، زندگی کے تو ایک

سانس کا بھروسہ نہیں، ہمیں کیا گارنٹی ہے کہ کل نصیب ہوگا یا نہیں۔!

فیصلہ آپکے ہاتھ!

الحمد لله ! اُمت مسلمہ کے اخلاقی و عملی زوال کے متعلق وہ عالمگیر غلط فہمی جو دوسری صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئی اسکے تمام پہلو کھول کر بیان کر دیے گئے ہیں۔ جب تک سانس جاری ہیں مہلت موجود ہے۔ جلد از جلد تمام دینی علوم کو یقینی اور قطعی نص قرآن حکیم کے تابع کر کے، قرآن کو من عن مان کر اللہ کی ہدایت و رحمت کے حصار میں آ کر دنیا کی ذلت اور اخروی ہلاکت سے بچ جائیں۔

اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا اور اسکا کروڑ ہا شکر ہے جس نے ہم پر اپنا فضل و کرم فرمایا، اور میری زندگی کی اس اہم ترین تحریر کو تکمیل تک پہنچانے کی مہلت و توفیق دی۔

کروڑوں رحمتیں ہوں اللہ جل جلالہ کے پیارے حبیب **سیدنا مُحمد رسولُ الله** ﷺ پر جنہوں نے اللہ کی خالص تعلیمات ہم تک پہنچا کر ابلیس کی ہر چال سے آگاہی فرما کر اپنی اُمت کو اس مکار دشمن سے بچانے کی راہ بتلائی۔

اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں ان اولیاء کرام، بزرگان دین پر جو قرآن کی حاکمیت پر ڈٹے رہے اور جنہوں نے کما حقہ توحید و رسالت پر قائم رہ کر دنیا کو آخرت کے تابع کر کے مرغوبات نفس کو لگام ڈال دی۔

اس تحریر میں اگر کوئی کمی بیشی ہوئی ہو تو، اُسے اللہ اپنے کمال فضل سے معاف فرمائے اور جن بھائیوں نے تعاون فرمایا اُن کے علم و عمل اور درجات میں اضافہ فرمائے۔ اس کاوش کا بہترین اجر میرے پیارے والدین بالخصوص پیاری والدہ محترمہ مرحومہ کو عطا فرمائے اور انکی بخشش اور درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔ (آمین)

﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾

"اللہ جل جلالہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اِس کی ہدایت دی اگر اللہ جل جلالہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔"

((وما توفیقی الاّ باللّٰه))

✡✡✡✡✡

اصولِ درایت کے تحت حدیث کے ضمن میں خدشات کا جائزہ

صحابہؓ کے اسوہ کی روشنی میں اصولِ روایت (حدیث) کی بابت امام ابوحنیفہؒ کے ''درایتی معیار'' کے تحت روایات پر کلام کی بنا پر حجیتِ حدیث کے ضمن میں پیدا ہونے والے خدشات کے ازالے کیلئے چند اہم حقائق ملاحظہ کریں:

(۱)۔ پہلی چیز نیت اور اصول ہے۔ جب کسی کی نیت درست ہو، اور اسکا اصولی موقف یہ ہو کہ حدیث بھی دین کیلئے ضروری ہے۔ سنت کی تفہیم کے لئے قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث بھی ایک اہم بنیاد ہے جس سے قرآن کا عملی نمونہ سامنے آتا ہے۔ تو پھر ''اصولِ درایت'' کے تحت روایات پر کلام کرنے والے محققین انکارِ حدیث کے الزام کی زد میں نہیں آتے۔ بلکہ اس زَد میں تو وہ آئے گا جو سرے سے ہی حجیتِ حدیث کا انکار کر دے۔

(۲)۔ <u>قول رسول ﷺ اور منسوب علی الرسول میں فرق:</u> قول رسول تو آپ ﷺ کا فرمان ہے جو صحابہؓ نے سنا جبکہ منسوب علی الرسول آپ ﷺ کی طرف نسبت کیا گیا فرمان ہے۔ جیسے کتب احادیث میں موجود روایات منسوب علی الرسول ﷺ ہیں جن میں ہر روایت کی سند میں کئی کئی راوی ہیں۔ لہٰذا ان روایات کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنے سے قبل سند اور متن کے فلٹر سے گزارنا ضروری ہے۔ مزید یہ کہ قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے، اسکی کسی آیت کے پیچھے راویوں کی لڑی نہیں دیکھنی پڑتی کیونکہ اس کا ثبوت تواتر سے ہے۔ اسی طرح متواتر احادیث کو بھی قطعیت کے ساتھ قول رسول ﷺ کا درجہ دیا گیا ہے۔

(۳)۔ نبی کریم ﷺ دین کا جو فرمان دیں وہ حق اور واجب الاتباع ہے۔ آپ ﷺ کے فرامین ہم تک راویوں کے ذریعے پہنچے ہیں جہاں خطا کا امکان موجود ہے۔ اسلئے اصولِ درایت کے تحت روایات پر کلام نبی کریم ﷺ پر کلام نہیں (نعوذ باللہ) بلکہ روایات میں موجود غیر معصوم راویوں پر کلام ہے۔ نبی کریم ﷺ پر اعتراض تو ایمان کے منافی ہے۔

(۴)۔ اس ضمن میں سارے پہلو مدنظر رکھنے ضروری ہیں یعنی: نبی کریم ﷺ کی طرف غلط بات منسوب ہونے کا خطرہ، نبی کریم ﷺ کی بات کو جھٹلانے کا خطرہ۔ ان خطرات کی زَد میں تو وہی

لوگ آئیں گے جو درایت و متن کے اصولوں کے بغیر دانستہ طور پر آپ ﷺ کی بات کو نہ ماننا چاہیں۔اور سب سے بڑا خطرہ روایات کی وجہ سے قرآن کے واضح احکامات کی غلط تاویل کرنا ہے۔قرآن کے منہ میں لقمہ ڈالنا اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کے ارتکاب کے بعد انسان کے پلے کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔ بروز قیامت ایسے لوگوں سے اللہ کے رسول ﷺ بھی برائت کا اظہار کردیں گے۔لہٰذا قرآن کو من عن ماننے میں ذرا بھی تامل نہیں کرنا چاہیے اور ہر علم کو قرآن کے تابع کرنا چاہیے نہ کہ دیگر علوم کی وجہ سے قرآن کو اپنے اصل مفہوم سے ہٹانا چاہیے۔

(۵)۔بروز قیامت ہم سب کا محاسبہ قرآن پر ہی ہوگا۔اسی لئے نبی کریم ﷺ کو بھی جگہ جگہ تخصیص کے ساتھ قرآن کے ذریعے ہی وعظ وتذکیر کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ نے زندگی بھر آلہ دعوت قرآن کو ہی بنائے رکھا۔لہٰذا ہر طرح کے اندیشے سے پاک صرف وہی ہوگا جو قرآن کو تمام علوم پر حاکم وحجِ بنائے گا۔

(۶)۔اصولِ درایت کے تحت روایات پر کلام کوئی شاذ یعنی منفرد کام نہیں بلکہ اس پر خیر القرون کھڑے ہیں۔جید صحابہ (سیدہ عائشہؓ،حضرت ابن عباسؓ ،حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ...)،تابعین، تبع تابعین (امام ابوحنیفہؒ،امام جعفر صادقؒ،امام مالکؒ) اس اصول پر کاربند رہے ہیں۔بعد میں فقہائے احناف اور مالکیہ کے علاوہ دیگر بہت سے اہل علم فقہاء ومحدثین بھی اس اصول پر ہیں جیسے: حافظ ابن حجر عسقلانی،علامہ شاطبی، امام رازی، محدث ابن جوزی،امام دارقطنی ،محدث ابوبکر خطیب بغدادی،حافظ ابوجعفر طحاوی،حافظ ابوبکر الحصاص، علامہ عبدالعزیز بخاری،علامہ تمنا عمادی۔جامعہ ازہر کے علماء خصوصاً: شیخ محمود شلتوت،سید رشید رضا مصری،شیخ محمد عبدہ۔مولانا مودودی،علامہ نیاز احمد فاضل دیوبند،علامہ شبیر ازہر میرٹھی ،شاہ ابوالخیر اسدی ملتانی،علامہ ابوالکلام آزاد، امام مکی، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال،علامہ شبلی نعمانی،علامہ سید سلیمان ندوی،علامہ حمید الدین فراحی،مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی دیوبندی، علامہ امین احسن اصلاحی، علامہ محمد عطاء اللہ بندیالوی دیوبندی........رحمھم اللہ وغیرہ اور عصر حاضر کے نامور محقق مفتی کامران شہزاد صاحب۔

(۷)۔ مسلمانوں کے دو بڑے گروہ اہل سنت اوراہل تشیع ہیں۔ اہل سنت کی کتبِ احادیث: بخاری، مسلم..... وغیرہ کواہل تشیع قابل اعتمادنہیں سمجھتے اوراہل تشیع کی کتبِ احادیث: اصولِ کافی، نہج البلاغہ.... وغیرہ کواہل سنت قابل اعتمادنہیں سمجھتے۔ اسکے باوجودبھی اس بناپرکوئی ایک دوسرے کومنکرِ حدیث یا کافرقرارنہیں دیتا کیونکہ قرآن پرسب کا ایمان ہے۔تو پھراصول درایت کی روشنی میں چنداحادیث پرکلام کرنے والے اہل علم انکارِحدیث کی زَد میں کیسے آسکتے ہیں؟ شیعہ گروہ میں اگرچہ بہت غلوہےلیکن اعتدال پسندشیعہ حضرات ہمیشہ سے ہی غالی گروہ کی نفی کرتے آئے ہیں۔

(۸)۔ یہ اہم بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس قسم کی چندروایات کی بناپر پورے ذخیرہ احادیث کومشکوک قرار دے کر حدیث سے دستبردار ہونے سے بھی بچا جائے۔ کیونکہ قرآن کے ساتھ حدیث دین کالازمی ماخذ ہےجس سے قرآن کی مزید تفصیل ہوتی ہےاوراس کے بغیر سنت کا عملی پہلو ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس ضمن میں جس راہ کواوائل اسلام کے دور میں سلف (صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین) نے اختیار کیا ہے، وہ یہی ہے کہ حدیث کیلئے سند کے ساتھ ساتھ اصولِ درایت کوبھی ہرممکن ملحوظ رکھ کرحدیث سے استنباط کیا جائے نہ کہ حدیث کو ترک کیاجائے۔

مذکورہ اصولِ درایت کی تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: ’’قرآن مجید کی حاکمیت‘‘

۞۞۞۞۞

جلدی کریں!

ہماری زندگی اور موت کے مابین ایک غیر یقینی دیوار حائل ہے۔ ہر آن اندیشہ ہے کہ یہ دیوار ٹوٹ جائے اور آخرت کے حقائق ایک بے پناہ سیلاب کی طرح ہمارے اوپر پھٹ پڑیں۔ اُس وقت کوئی زور،کوئی ہوشیاری کام نہ آئے گی۔انسان بالکل بے سہارہ ہو کر اپنے خالق کے سامنے کھڑا ہوگا ۔قرآنی احکامات سے دور،خودساختہ سوچ،فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی بنا پر غلط عقائد وافعال پر گامزن،خواہشات کے رسیا،دنیا کی دلفریبیوں میں گم ،آخرت سے غافل لوگ دائمی جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔صرف بچے گا وہ جس نے تعلیمات وحی کو من وعن سمجھا اور من وعن تسلیم کرلیا۔اپنی سوچ،اپنے فرقے ،گروہ،اپنے لیڈرز،اکابرین،امام، پیراور بزرگ حضرات کو حقیقی معنوں میں اللہ اوراسکے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات کے تابع کرلیا۔جس نے صبر کے ساتھ اپنی خواہشات کو قابو کرتے ہوئے،خالق کے سامنے پیش ہونے سے قبل دنیا کی زندگی میں اپنا حساب کرلیا ہوگا۔

اسلئے مکار ابلیس کے فریب سے بچیں اور جلد ازجلد حقیقت تسلیم کر کے اپنی دنیا و آخرت کو بچالیں۔جلدی کریں مہلت کا کچھ بھروسہ نہیں:

''اور (اَے لوگو !) پیروی کرواُس بہترین شے (قرآنِ حکیم) کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اُتاری گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔(اَیسانہ ہوکہ) پھر تم کہنے لگو کہ ہائے افسوس! اُس غفلت پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اُڑانے والوں میں ہی رہا۔یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں شامل ہوجاتا۔یا (قیامت کے دن) عذاب کو دیکھ کر کہنے لگے اَے کاش ! کسی طرح مجھے (دنیا میں) دوبارہ بھیج دیا جائے تو میں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوسکوں۔(اللہ فرمائے گا:) ہاں ہاں! بے شک تیرے پاس میری آیات (قرآن) پہنچ چکی تھیں جنھیں تو نے جھٹلایا اور غرور وتکبر کیا اور تو اِنکار والوں میں ہی رہا۔''

(سورۃ الزمر،آیت:59 - 55)

﴿حق کی کاوش میں: بطور نمونہ چند علماء حضرات سے ملاقات کی لسٹ﴾

نمبر شمار	عالم کا نام	مکتبۂ فکر	تاریخ
1	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	95,96,98, 2001
2	مولانا محمد الیاس قادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	2000 - 1999
3	پروفیسر احمد رفیق اختر صاحب	اہلسنت	2003, 2004
4	پیر محمد زاہد صاحب	اہلسنت (بریلوی)	2006, 2007
5	مفتی محمد علیم الدین صاحب	اہلسنت (بریلوی)	16-12-2006
6	مفتی منیب الرحمٰن صاحب	اہلسنت (بریلوی)	22-03-2007
7	علامہ غلام رسول سعیدی صاحب	اہلسنت (بریلوی)	22-03-2007
8	ڈاکٹر اسرار احمد صاحب	اہلسنت (داعی تحریک خلافت)	2007،2008
9	پیر نصیر الدین نصیر صاحب	اہلسنت (بریلوی)	3-08-2007
10	مفتی محمد طیب صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	Aug. 2007
11	مولانا جمشید صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	Nov. 2007
12	مفتی انصر باجوہ صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	2008
13	انجینئر آصف قادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	25-01-2008
14	مولانا مظہر اللہ غلام قمر سیالوی صاحب	اہلسنت (بریلوی)	Mar. 2008
15	علامہ ڈاکٹر عبد الرحمٰن حفیظ صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	2008
16	انجینئر عبد القدوس سلفی صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	2008
17	علامہ حافظ زبیر علی زئی صاحبؒ	اہلسنت (اہلحدیث)	May 2008
18	ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	Feb. 2009
19	علامہ ڈاکٹر محمد ادریس زبیر صاحب	اسلام (قرآن وسنت)	2010
20	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب	اہلسنت (جماعت اسلامی)	2011
21	جناب ثاقب اکبر صاحبؒ	اہل تشیع	2012
22	مولانا اسحاق صاحبؒ	اسلام (اتحاد امہ)	2012
23	علامہ ڈاکٹر نور حیات خان صاحب	اہلسنت (جماعت اسلامی)	2015
24	ابو یحیی صاحب	اسلام	2017
25	جاوید احمد غامدی صاحب	اسلام	2017

☆ سوشل میڈیا کے ذریعے علماء حضرات سے استفادہ تادمِ زندگی جاری ہے۔

﴿حق کی کاوش میں: بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ﴾

کتاب کا نام	مصنف کا نام	کتاب کا نام	مصنف کا نام
1۔تفاسیر قرآنی	قریباً ہر مکتبۂ فکر کی	2۔شرح کتب احادیث	مختلف مکاتبِ فکر کی
3۔جاء الحق	مفتی احمد یار خان نعیمیؒ صاحب	4۔شرح صحیح مسلم/تبیان القرآن	غلام رسول سعیدی صاحب
5۔تفہیم البخاری	غلام رسول سعیدی صاحب	6۔جملہ تصانیف	ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ
7۔تلاش حق	نجم مصطفائی صاحب	8۔مزاراتِ اولیاء سے توسل	شاہ تراب الحق قادری صاحب
9۔غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا؟	مفتی اکمل قادری صاحب	10۔ توحید اور شرک	علامہ سعید احمد کاظمی صاحب
11۔حیات النبی، مسئلہ استغاثہ، الانتباہ للخوارج والحروراء	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	12 ۔بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب
13۔میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوت اسلامی	ابو کلیم محمد صدیق صاحب	14۔توحیدِ خالص	الشیخ ابو محمد بدیعدین راشدی صاحب
15۔الفتح الربانی، فتوح الغیب	پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ صاحب	16۔جملہ تصانیف	امام محمد غزالیؒ صاحب
17۔کشف المحجوب	سید بن علی عثمان ہجویریؒ صاحب	18۔رسالہ قشیریہ	امام ابو القاسم قشیریؒ صاحب
19۔جملہ تصانیف	واصف علی واصفؒ، اشفاق احمدؒ	20۔جملہ تصانیف	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب
21۔جملہ تصانیف	علامہ پیر سید نصیر الدین نصیرؒ صاحب	22۔شرک کیا ہے؟	محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب
23۔جملہ تصانیف متعلقہ شرک	علمائے عرب	24۔جملہ تصانیف	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب
25۔حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صاحب	26۔شرک کے چور دروازے	حافظ محمد محمود الحضری صاحب
27۔کلمہ گو مشرک	ابو الحسن مبشر ربانی صاحب	28۔فضائل اعمال	شیخ زکریا سہارنپوری صاحبؒ
29۔اختلاف اُمت اور صراط مستقیم	مولانا یوسف لدھیانوی صاحبؒ	30۔جملہ تصانیف	حافظ زبیر علی زئی صاحب
31۔مکتوبات	حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ	32۔حقیقت التقلید	ابو محمد امین اللہ البشاوری صاحب
33۔حقیقت شرک	مولانا امین احسن اصلاحی صاحب	34۔صراط مستقیم وعقیدہ مسلم	سید سیف الرحمٰن، روشن صاحب
35۔تلبیس ابلیس	علامہ ابن جوزی صاحب	36۔شرک کی حقیقت	نور الحسن شاہ بخاری صاحب
36۔شیعت کا مقدمہ	حسن الامینی صاحب	37۔پھر میں ہدایت پا گیا	ڈاکٹر تیجانی سماوی صاحب
38۔المراجعات 39۔آئینِ وہابیت	عبد الحسین شرف الدین موسوی صاحب استاد جعفر سبحانی	40۔پاکستان کے دینی مسالک 41۔امت اسلامیہ کی شیرازہ بندی	جناب ثاقب اکبر صاحبؒ
42۔سیرۃ النعمان	علامہ شبلی نعمانی صاحبؒ	43۔امام اعظم اور علم الحدیث	مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ

ہماری اہم تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ہدایت: (ہدایت سے کیا مراد ہے اور ہدایت کسے نصیب ہوگی؟)	2	قرآن مجید کی حاکمیت: (احناف اور مالکیہ کے اُصولِ روایت کی روشنی میں عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ)
3	ہمارا اخلاقی زوال: (زوال کی بنیادی وجوہات اور نجات کا یقینی حل)	4	قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟
5	راہ فلاح کی پہلی بڑی گھاٹی: (دنیا پرستی اور نفس وشیطان کے حجابات پر حقائق)	6	رسالت کا حقیقی تصور: (راہِ فلاح کی دوسری گھاٹی: رسالت کے مقابلے میں آبا پرستی پرآگاہی)
7	توحید کا جامع تصور: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: شرک کے مقابلے میں توحید پر جامع رہنمائی)	8	عبادت کا معنی مفہوم: (تفہیم عبادت پر ایک اہم کتابچہ)
9	ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: (راہ فلاح کی تیسری گھاٹی: غلاظتِ شرک پر جامع رہنمائی)	10	کائنات سے خالق کائنات تک: (وجود خالق کے حیرت انگیز دلائل)
11	طاقتور ابلیسی دھوکے: (مکار ابلیس کی مزین کردہ انتہائی طاقتور چالوں سے آگاہی)	12	مجموعہ تحاریر: (مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر کا مجموعہ)
13	امت اسلامیہ کا اتحاد: (اتحاد و یکجہتی اور فرقہ واریت کی نحوست پر انتہائی اہم تحریر)		

کتابچے (Booklets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم کتابوں کی بجائے کتابچوں کی شکل میں مختصر تحاریر

1	ایمان ایک زندہ حقیقت (انمول تحفہ)	2	زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟
3	مقصدِ حیات	4	انسانیت کی عظیم ترین آفت (خواہشِ نفس)
5	بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کی وجوہات؟	6	اوامر ونواہی کی لسٹ
7	تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)	8	تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے یقینی دلائل)
9	توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)	10	رسالت (محمد الرسول اللہ)
11	حقوق العباد	12	پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل
13	پردہ: (پردہ کے ضمن میں مرد وعورت کیلئے قرآن وسنت کے احکامات)	14	اسلام کا قانونِ طلاق: (یک مجلسی تین طلاق کے ایک یا تین واقع ہونے پر اہم رہنمائی)

پمفلٹ اور بروشرز

مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر: پمفلٹ اور بروشرز وغیرہ۔

استفادہ کیلئے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

﴿آئیں دنیا وآخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

ہماری دعوت!

وہ مسلمان جنھیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، موجودہ دور میں انکی حالت تشویشناک ہے۔ مسلمان جدا جدا گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں، علیحدہ علیحدہ مساجد اور مکاتب بن چکے ہیں، جو جس گھرانے میں پیدا ہوا یا جس ماحول میں پرورش ہوئی وہی اسکا دین و مذہب بن گیا۔ لوگ اپنے پسندیدہ مسلک اور فرقے کو صحیح جبکہ باقیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ باہمی نفرت میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا نظر آرہا ہے۔ ان حالات میں ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ فرقوں سے بالاتر ہو کر سچائی کی بنیاد پر غلط اور صحیح کو واضح کیا جائے اس عزم کے ساتھ کہ:

☆ اللہ کے دین کو مسالک اور فرقوں پر ترجیح دی جائے۔

☆ جس مکتب فکر کی جتنی بات درست ہے اسے تسلیم کیا جائے اور غلط سے بچا جائے۔ صحیح بات جہاں سے بھی ملے اسے بلا چون و چراں تسلیم کیا جائے چاہے وہ ہماری اپنی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں کے مابین اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے۔

☆ شخصیات کا احترام کیا جائے لیکن اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو کائنات کے تمام لوگوں پر ترجیح دی جائے۔

رب کریم نے ہماری رہنمائی کے لیے فرمایا:

﴿وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا﴾ (آل عمران: 103)

ترجمہ: ''تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡہُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہُمۡ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت:159)

ترجمہ: ''بیشک جنہوں نے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد، پھر وہ انکو بتلائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

۞۞۞۞۞

فی زمانہ مسلمان (بالخصوص برصغیر پاک و ہند کے) الا ماشاء اللہ بدترین اخلاقی و عملی زوال کا شکار ہو چکے ہیں۔ جس کی بدولت انفرادی اور اجتماعی عدم استحکام، استحصال اور شدید معاشرتی بحران پیدا ہو چکا ہے۔ اور امن و سلامتی کے ساتھ زمین پر رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ایک ریڑھی بان سے لے کر اعلیٰ سطح تک، ملاوٹ، دھوکہ دہی، جھوٹ، رشوت، ناجائز سفارش ..... کے ذریعے دوسروں کی حق تلفی کو، الا ماشاء اللہ کوئی بھی معاف نہیں کرتا۔ بلکہ لوٹ مار، ڈاکے، چوری، قتل و غارت نے جینا حرام کر دیا ہے۔ کرب کی صورت حال یہ ہے کہ بہتری آنے کی بجائے، حالات دن بدن بگڑتے ہی جا رہے ہیں۔ کوئی سکیم، پلاننگ، ترکیب کارگر نہیں ہو پا رہی۔ اسکی بنیادی وجہ دوسری صدی ہجری (تبع تابعین) کے بعد اُصولِ دین میں پیدا ہونے والی تبدیلی ہے۔ جب تک ہم خیر والقرون (جس میں دین کے اصل پر قائم رہنے کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی تھی) کے مطابق اپنے دینی اُصولوں کو درست کر کے قرآن کے اخلاقی قوانین کو اپنا نہیں لیتے، ہم بچ نہیں سکتے۔ یہ تحریر مذکورہ بھنور سے نکلنے کی ایک منفرد کاوش ہے، جو یقینی نجات کی طرف ایک رہنمائی ہے۔ خود بچیں اور اپنے پیاروں کو بچائیں۔

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

www.khidmat-islam.com
khidmat777@gmail.com

Designed By: عبدالواسع 0307-4122161